9

ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

8 تا 14 مارچ 2007ء

www.tanzeem.org

اس شمارے میں

ایران: امریکہ کے منہ میں چھچھوندر

نہی عن المنکر بالید کی دو صورتیں

زمینی حقائق اور پاکستان کا مستقبل

مراکش اور موریطانیہ میں اسلامی تحریک

جمی کارٹر کی کتاب پر یہود کا ہنگامہ

تبلیغِ دین

دو تباہ کن آپشنز

تفہیم المسائل

دعوتی وتربیتی سرگرمیاں

عالمِ اسلام

عبرتناک انجام

تیرھویں صدی کے وسط میں بغداد میں بنوعباس کا آخری خلیفہ مستعصم باللہ حکمران تھا' جب ہلاکو کی زیرقیادت منگولوں (تاتاریوں) نے اسلامی خلافت کے اس سب سے بڑے مرکز پر حملہ کیا۔ فتح کے بعد ہلاکو خان نے مستعصم باللہ کو کھانے پر بلایا' لیکن کھانے کے لئے کوئی چیز دینے کے بجائے خلیفہ کے سامنے سونے اور چاندی کے ڈھیر رکھ دیئے جو اس کی فوج نے خلیفہ کے محلات سے لوٹے تھے اور کہا ''جناب عالی! آپ نے جو کچھ جمع کر رکھا تھا اب اسے تناول فرمایئے''۔ خلیفۂ اسلام نے کہا: ''میں سونا کس طرح کھا سکتا ہوں؟'' اس پر ہلاکو نے کہا' تو پھر آپ نے اسے اتنی حفاظت اور اہتمام سے کیوں رکھا ہوا تھا؟ ہلاکو نے محل کے کمرے میں چاروں طرف نگاہ دوڑائی' سیم وزر و جواہرات سے لبریز بڑے بڑے آہنی صندوقوں کی طرف تلوار سے اشارہ کرتے ہوئے گرفتار خلیفہ سے کہا: ''آپ نے ان صندوقوں کے فولاد سے اپنی فوج کے لئے تیروں کے سوفار کیوں نہ بنوائے اور یہ تمام سونا و جواہرات اپنے سپاہیوں میں تقسیم کیوں نہ کیا اور آپ نے پہاڑوں کے دامن میں باہر نکل کر مجھے پہلے سے روکنے اور مقابلے کی کوشش کیوں نہ کی؟'' خلیفہ نے بے بسی کے عالم میں جواب دیا: ''مشیت ایزدی یہی تھی''۔ تاتاریوں کے سپہ سالار نے کہا: ''اچھا تو اب ہم جو سلوک آپ سے کریں اسے بھی مشیت الٰہی سمجھنا۔'' اس کے بعد ہلاکو نے جو سلوک خلیفہ مستعصم باللہ اور بغداد کے شہر سے کیا آج بھی محض خیال آنے سے لرزہ طاری ہوتا ہے۔ خلیفہ اور اس کے بیٹوں کو نمدے میں زندہ لپیٹ کر نمدے کو سی لیا گیا اور پھر خونخوار تاتاری سپاہیوں نے اس نمدے پر گھوڑے دوڑائے۔ اس طرح خلیفہ اور اس کی اولاد کو گھوڑوں کے سموں کے نیچے مکمل طور پر روند ڈالا گیا۔

سقوطِ بغداد سے سقوطِ ڈھاکہ تک

میاں محمد افضل

الھدیٰ (269)

ڈاکٹر اسرار احمد

سورۃ المائدہ

(آیت: 67، 68)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

﴿ يٰۤاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ؕ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ ؕ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا
يَهْدِى الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۶۷﴾ قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لَسْتُمْ عَلٰى شَىْءٍ حَتّٰى تُقِيْمُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَمَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ ؕ
وَلَيَزِيْدَنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ مَّاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ طُغْيَانًا وَّكُفْرًا ۚ فَلَا تَاْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۶۸﴾ ﴾

''اے پیغمبر ﷺ جو ارشادات اللہ کی طرف سے تم پر نازل ہوئے ہیں سب لوگوں کو پہنچا دو۔ اور اگر ایسا نہ کیا تو تم اللہ کے پیغام پہنچانے میں قاصر رہے (یعنی پیغمبری کا فرض ادا نہ کیا) اور اللہ تم کو لوگوں سے بچائے رکھے گا' بے شک اللہ منکروں کو ہدایت نہیں دیتا۔ کہو کہ اے اہل کتاب! جب تک تم تورات اور انجیل کو اور جو (اور کتابیں) تمہارے پروردگار کی طرف سے تم لوگوں پر نازل ہوئیں اُن کو قائم نہ رکھو گے کچھ بھی راہ پر نہیں ہو سکتے اور (یہ قرآن) جو تمہارے پروردگار کی طرف سے تم پر نازل ہوا ہے۔ اس سے ان میں سے اکثر کی سرکشی اور کفر اور بڑھے گا۔ تو تم قومِ کفار پر افسوس نہ کرو۔''

یہ آیت بڑی سخت ہے کہ اے رسول پہنچا دیجئے جو کچھ نازل کیا گیا آپؐ پر' آپؐ کے رب کی طرف سے اور اگر بالفرض آپؐ نے ایسا نہ کیا تو پھر گویا آپؐ نے رسالت کا حق ادا نہیں کیا۔ اللہ تعالیٰ کا رسول ﷺ کو حکم ہے کہ وہ آیات وحی بلا کم و کاست لوگوں تک پہنچا دیں۔ یہ آپؐ پر لازم ہے۔ رسول اللہ نے اللہ کے اس حکم کو بطریق احسن پورا کیا۔ آپؐ نے کوئی آیت کسی مصلحت کی وجہ سے چھپائی نہیں' ورنہ یہ فریضۂ رسالت کی ادائیگی میں کوتاہی ہوتی۔ بعض آیات کی تبلیغ پر یہ ڈر ہو سکتا تھا کہ سننے والے طرح طرح کی باتیں بنائیں گے اور مشکل صورت حال سے دوچار کر دیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو یہاں ان الفاظ کے ساتھ تسلی دی کہ اللہ تعالیٰ لوگوں سے آپؐ کی حفاظت کرے گا۔ آپؐ کو خوف کھانے کی کوئی ضرورت نہیں۔ یقیناً اللہ تعالیٰ کافروں کو راہ یاب نہیں کرتا۔

فرما دیجئے' اے اہل کتاب! تمہاری کوئی حیثیت اور مقام نہیں' جب تک کہ تم تورات اور انجیل کو قائم نہ کرو' اور اُس پر کاربند نہ ہو جاؤ جو تمہارے رب کی طرف سے تمہاری طرف نازل کیا گیا ہے۔ اور اگر یہاں یا اھل الکتب کی بجائے یا اہل القرآن اور تورات اور انجیل کی بجائے ''القرآن'' پڑھا جائے تو بات یوں ہوگی کہ اے قرآن کے ماننے والو! اُس وقت تک تمہاری کوئی حیثیت نہیں (اگرچہ تم سمجھتے رہو کہ ہم امت مسلمہ ہیں' اللہ کے رسول ﷺ کے امتی ہیں۔ اللہ کے لاڈلے ہیں جو سمجھنا چاہو سمجھو)۔ جب تک تم قرآن کو اور وحی خفی (سنت رسول) کو اختیار نہیں کرتے یعنی کتاب و سنت کا نظام قائم نہیں کرتے۔ آج مسلمان دنیا میں کثیر تعداد میں موجود ہیں مگر اُن کی کوئی حیثیت نہیں' وہ زوال کا شکار ہیں۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ انہوں نے اللہ کی کتاب کو چھوڑ دیا۔ حدیث میں آتا ہے اے اہل قرآن' قرآن کو اپنا تکیہ نہ بنالو کہ اسے پیٹھ کے پیچھے رکھ کر اُس کا سہارا لے لو' بلکہ اسے دن رات کے اوقات میں پڑھا کرو جیسا کہ اس کے پڑھنے کا حق ہے' اور اُسے پھیلاؤ' اسے خوش الحانی سے پڑھو اور اُس میں غور و فکر کرو' تاکہ تم فلاح پاؤ۔

اور اے پیغمبر ﷺ! جو کلام آپؐ کے رب کی طرف سے آپؐ پر اتارا گیا' اس کی وجہ سے ان میں سرکشی اور کفر بڑھتا چلا جائے گا۔ اور وہ حسد کی آگ میں مزید جلتے چلے جائیں گے تو آپؐ کافروں کے بارے میں افسوس نہ کریں۔ اللہ تعالیٰ نے یہ بات اس لئے کی کہ نبی نہایت رحیم و شفیق ہوتا ہے۔ وہ لوگوں پر عذاب پسند نہیں کرتا۔ وہ تو دشمن کو بھی معاف کر دیتا ہے مگر سورۂ یونس اور سورۂ ہود میں خبریں آ رہی تھیں کہ گویا عذاب آیا ہی آیا۔ حضور ﷺ کے بالوں میں ایک دم سفیدی آ گئی تو حضرت ابوبکرؓ نے پوچھا حضور ﷺ! آپؐ پر بڑھاپا طاری ہو گیا تو آپ نے فرمایا' مجھے سورۂ ہود اور ان جیسی دوسری سورتوں نے بوڑھا کر دیا۔ اب اگر نافرمانوں پر عذاب آتا ہے تو اے نبی! آپ اُن پر افسوس نہ کریں۔

فرمانِ نبویؐ

چودھری رحمت اللہ بٹر

کافر کو سلام کی ممانعت!

عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ:قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((اِذَاسَلَّمَ عَلَيْكُمْ اَهْلُ الْكِتَابِ فَقُوْلُوْا وَعَلَيْكُمْ)) (متفق علیہ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اگر اہل کتاب (کافروں) میں سے کوئی تمہیں سلام کرے تو جواب میں صرف وعلیکم کہو!''

تشریح: کافر کو جہاں مسلمانوں کی طرح سلام کرنا منع ہے' اسی طرح اپنی طرف سے کافر کے سلام میں پہل کرنا بھی منع ہے۔ سلام صرف دعا ہی نہیں' ایک اسلامی شعار بھی ہے جس کا کافروں سے کوئی واسطہ نہیں۔ اسی لئے ان کو سلام ممنوع ہے۔ ہاں ملا جلا مخلوط مجمع ہو کہ وہاں مسلمان بھی ہوں اور کافر بھی تو صریح الفاظِ سلام سے سلام کرنا بھی جائز ہے جبکہ نیت مسلمانوں کو سلام کرنے کی ہو!

"تا خلافت کی بنا' دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر"

قیام خلافت کا نقیب

ہفت روزہ — لاہور

ندائے خلافت

جلد 16 — 8 تا 14 مارچ 2007ء — 18 تا 24 صفر المظفر 1428ھ — شمارہ 9

بانی: اقتدار احمد مرحوم
مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
نائب مدیر: محبوب الحق عاجز

مجلس ادارت

سید قاسم محمود۔ایوب بیگ مرزا
سردار اعوان۔محمد یونس جنجوعہ
نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

پبلشر: محمد سعید اسعد' **طابع**: رشید احمد چوہدری
مطبع: مکتبہ جدید پریس' ریلوے روڈ' لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67-اے' علامہ اقبال روڈ' گڑھی شاہو' لاہور-54000
فون: 6366638 - 6316638 فیکس: 6271241
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے' ماڈل ٹاؤن' لاہور-54700
فون: 5869501-03

قیمت فی شمارہ 5 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک...... 250 روپے
بیرون پاکستان
انڈیا ------------------- (2000 روپے)
یورپ' ایشیا' افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ' کینیڈا' آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ' منی آرڈر یا پے آرڈر
''مکتبہ خدام القرآن'' کے عنوان سے ارسال کریں
چیک قبول نہیں کیے جاتے

''ادارہ'' کا مضمون نگار حضرات کی رائے سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

اداریہ

ایوب بیگ مرزا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ایران: امریکہ کے منہ میں چھچھوندر

اگرچہ ظاہری طور پر امریکہ اور ایران باکسنگ رِنگ میں اتر چکے ہیں۔ امریکہ حملے کے لیے اپنی تیاریوں کو فائنل ٹچ دے رہا ہے۔ ایران بھی اپنے موقف سے پسپائی اختیار کرتا نظر نہیں آتا۔ لیکن امریکہ واقعتاً ایران پر حملہ کرنے میں سنجیدہ ہے' اس بارے میں فیصلہ کن انداز میں کچھ کہنا آسان نہیں ہے۔ صورت حال بڑی پیچیدہ اور گھمبیر ہے، ایک طرف شیعہ اسلام کے خلاف کوئی عملی قدم اٹھانا امریکہ کی دیرینہ اور طے شدہ پالیسی سے مطابقت نہیں رکھتا، دوسرا یہ کہ امریکہ عراق میں بُری طرح پھنسا ہوا ہے۔ اُدھر افغانستان میں بھی طالبان پہلے سے بہت زیادہ مزاحمت کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔ ان دونوں ممالک میں مزاحمت کاروں سے ایران کو قطعی طور پر کوئی ہمدردی نہیں۔ کچھ عرصہ پہلے تک امریکہ اِس بات کا معترف تھا کہ عراق میں قائم اس کی کٹھ پتلی حکومت کو ایران کی حمایت اور مدد حاصل ہے۔ طالبان اور ایرانی حکومت کے درمیان ایک دن کے لیے بھی حالات سازگار نہیں ہوئے۔ لہٰذا ایران پر امریکی حملہ اپنے دشمنوں کے دشمن پر حملہ ہوگا۔

دوسری طرف ایران ایٹمی صلاحیت حاصل کرنے پر ادھار کھائے بیٹھا ہے۔ وہ یورینیم کی افزودگی اپنا حق سمجھتا ہے۔ اور ایٹمی قوت کے پُرامن استعمال کا دعویدار ہے اور مستقبل میں صنعتی ترقی کے لیے اسے ناگزیر سمجھتا ہے' جبکہ امریکہ کسی صورت یہ گوارا نہیں کر سکتا کہ اسرائیل کی سلامتی کے لیے خطرہ کا کوئی امکان بھی پیدا ہو۔ ایران گویا امریکہ کے منہ میں چھچھوندر بن کر رہ گیا ہے۔ اگر وہ ایران پر حملہ کر کے اُس کی عسکری قوت پاش پاش کر دے تو اسرائیل تو کسی قدر محفوظ ہو جائے گا لیکن سُنّی مزاحمت کار جسے امریکہ دشمن جہادی قوتوں کی مکمل پشت پناہی حاصل ہے' مشرقِ وسطیٰ میں اِس قدر قوت حاصل کر جائے گا کہ علاقہ میں امریکی مفادات کو شدید خطرات لاحق ہو جائیں گے اور اگر وہ ایران کی بڑھتی ہوئی قوت میں مزاحم نہ ہو تو وہ سعودی عرب وغیرہ کو ایران کا ڈراوا دے کر اپنے مفادات تو حاصل کرتا رہے گا لیکن ایران کی بڑھتی ہوئی قوت اگر کبھی اسرائیل کے لیے مصیبت بن گئی تو پھر کیا ہوگا۔ لطف کی بات یہ ہے کہ پاکستان کے حوالہ سے بھی امریکہ کی کیفیت سانپ کے منہ میں چھچھوندر والی ہے۔ ایران ایٹمی قوت بننا چاہتا ہے لیکن پاکستان تو ایٹمی قوت بن چکا ہے۔ تل ابیب اُس کے ایٹمی میزائل کی رینج میں ہے۔ لہٰذا پاکستان کی ایٹمی قوت کا خاتمہ اُس کی ترجیح اوّل ہے۔ لیکن امریکہ اگر پاکستان کی ایٹمی قوت ختم کرنے کے لیے عملی قدم اُٹھاتا ہے تو پاکستان بھارت کا تر نوالہ بن جائے گا۔ غیر ایٹمی پاکستان خطے میں امریکہ کی سب سے بڑی ضرورت ہے۔ خاکم بدھن اگر پاکستان کا وجود ختم ہوتا ہے تو جس روز یہ ہوگا وہی دن امریکہ اور بھارت کی دوستی کا آخری دن ہوگا اور بھارت چین کے ساتھ مل کر امریکہ کو خطے سے نکال باہر کرے گا۔ اس لیے کہ بھارت اور چین علاقائی قوتیں اور ہمسایہ ہیں جبکہ امریکہ ایک در انداز قوت ہے۔ ہمسایہ تبدیل نہیں کیا جا سکتا جب کہ در انداز کو بہر حال ایک دن واپس جانا ہے۔ فی الوقت بھارت کو یہ ڈر ہے کہ امریکہ کو خطے سے نکالنے کی کوشش کی تو وہ پاکستان کی پشت پناہی کرے گا۔ اس کے باوجود گزشتہ دنوں بھارت، چین اور روس کا ایک اتحاد قائم ہوا تھا جس کا مقصد خطے سے امریکی اثرات کو کم کرنا بتایا گیا تھا۔ یہ اتحاد ابھی دھیرے دھیرے اِس لیے چل رہا ہے کہ امریکہ کو خطے سے نکالنا بھارت کے مفاد میں نہیں۔

امریکہ کی حیثیت اِس وقت ایک شکاری کی ہے اور اس کے اگلے ہدف ایران اور پاکستان ہیں۔ دیکھنا یہ ہے کہ ایران اور پاکستان خود کو امریکہ کی بربریت سے کیسے محفوظ کرتے ہیں۔ ایران میں جمہوریت ہے، صدر عوام کے براہ راست ووٹوں سے منتخب ہوئے ہیں اور عوام اُن کی پشت پر ہیں۔ خارجی سطح پر انہوں نے سعودی عرب کا دورہ کر کے اخلاقی جرأت کا مظاہرہ کیا ہے اور امریکہ پر واضح کیا ہے کہ وہ مسلمانوں میں فرقہ واریت کو ابھارنے اور انہیں تقسیم کرنے کی سازش کو ناکام بنانے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ ایران کے صدر نے سعودی عرب سے سابقہ چپقلش اور تلخی کو اپنی انا کا مسئلہ نہیں بنایا، اس طرح ایران نے اپنی پوزیشن کو مزید مضبوط بنا لیا ہے۔ جبکہ بدقسمتی سے پاکستان کا صدر وردی پوش ہے، عوام سے بُعد ہے، سیاسی جماعتوں سے اختلافات ذاتی دشمنی میں تبدیل ہو چکے ہیں۔ ایسی ہنگامی بلکہ خطرناک صورتِ حال میں بھی سیاسی مخالفین سے رابطے میں ذاتی انا مسئلہ بنی ہوئی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پاکستان ایٹمی ملک ہے پھر بھی حکمرانوں پر کپکپی طاری ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ہمارے حکمران عدم اعتمادی اور احساس کمتری کا شکار ہیں۔ اگر صدر مشرف کو بھی عوامی تائید حاصل ہوتی تو صورتِ حال قطعی طور پر مختلف ہوتی۔

ستاونویں غزل

(بالِ جبریل' حصہ دوم)

تھا جہاں مدرسۂ شیری و شاہنشاہی — آج ان خانقہوں میں ہے فقط روباہی!
نظر آئی نہ مجھے قافلہ سالاروں میں — وہ شبانی کہ ہے تمہیدِ کلیم اللّٰہی!
لذّتِ نغمہ کہاں مُرغِ خوش الحاں کے لیے — آہ! اس باغ میں کرتا ہے نفس کوتاہی!
ایک سرمستی و حیرت ہے سراپا تاریک! — ایک سرمستی و حیرت ہے تمام آگاہی!
صفتِ برق چمکتا ہے مرا فکرِ بلند — کہ بھٹکتے نہ پھریں ظلمتِ شب میں راہی!

1۔ ماضی کے حوالے سے اِس شعر میں اقبال کہتے ہیں کہ جن تربیت گاہوں میں شیر شاہ سوری جیسے عظیم المرتبت اور دوسرے باہمت حکمرانوں کا دور تھا' وہ آج اپنی بے عملی کے سبب بزدل اور بے کار لوگوں کی آماج گاہیں ہیں۔

2۔ شبانی: گلہ بانی' گڈریا پن۔ اقبال کہتے ہیں کہ ہمارے عہد کے رہنماؤں میں وہ تربیت اور جوہر مفقود ہے جو کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسے باوقار قائد اور پیغمبر میں موجود تھا۔ مطلب یہ ہے کہ جس طرح حضرت موسیٰؑ نے سال ہا سال تک حضرت شعیب علیہ السلام کی بکریاں چرا کر اپنا مقصود حاصل کیا اور بنی اسرائیل کی قیادت کا شرف حاصل کیا' وہ سخت جانی اور کڑی تربیت ہمارے عہد کے رہنماؤں کے لیے تو ایک طرح سے شجرِ ممنوعہ کی حیثیت رکھتی ہے۔

3۔ جس ناساز ماحول میں حبس کا سا سماں ہو' وہاں کسی بھی آزاد منش انسان کے لیے سانس لینے کی بھی گنجائش نہیں ہوتی۔ اس دنیا میں راست باز انسان' راحت کی زندگی بسر نہیں کر سکتا' بلکہ راحت تو بڑی چیز ہے' انسان اس دنیا میں اگر سچ بولنا چاہے تو اس کی راہ میں صدہا دشواریاں پیدا ہو جاتی ہیں' اور بعض اوقات وہ چاہتا بھی ہے تو سچ نہیں بول سکتا۔ اس کا نفس دنیا والوں کی شدید مخالفت کی وجہ سے کوتاہی کرنے لگتا ہے۔

4۔ فلسفہ اور عشق دونوں کا نتیجہ سرمستی اور حیرت ہے' لیکن جو حیرت فلسفے سے پیدا ہوتی ہے' وہ سراپا تاریک ہوتی ہے یعنی فلسفی شک اور شبے کی تاریکی میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ اس کی ساری عمر دلائل و براہین مرتب کرنے میں بسر ہو جاتی ہے' لیکن ذاتِ باری تعالیٰ پر یقین دل میں پیدا نہیں ہو سکتا۔

مگر جو حیرت عشق اور عرفان میں پیدا ہوتی ہے' وہ سراسر آگاہی ہوتی ہے' یعنی عاشق (صاحبِ فقر) کو اللہ کی ہستی پر کامل یقین پیدا ہو جاتا ہے۔ فلسفہ اور عشق میں وہی فرق ہے جو شنیدن اور دیدن میں ہوتا ہے۔ ایک دن فلسفی بوعلی سینا صوفی بزرگ حضرت ابوسعید ابوالخیر کی خدمت میں آئے اور اُن کو اپنی مشہور کتاب ''اشارات'' کا وہ حصہ پڑھ کر سنایا' جس میں اللہ تعالیٰ کی ہستی کا عقلی دلائل سے اثبات کیا گیا ہے۔ جب وہ چلے گئے تو انہوں نے اپنے مریدوں سے ارشاد فرمایا: ''آنچہ اومی داند ما می بینم'' جو کچھ یہ جانتا ہے' وہ ہم دیکھتے ہیں۔ بس دیکھنے اور سننے میں بڑا فرق ہے۔ دیکھنے سے جو مستی اور حیرت پیدا ہوتی ہے' وہ تمام ''آگاہی'' ہوتی ہے۔

5۔ ظلمتِ شب سے مُراد ہے بے دینی اور الحاد کی وہ فضا' جس میں موجودہ زمانے کے مسلمان زندگی بسر کر رہے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ میں نے اپنے کلام میں جو حقائق و معارف بیان کیے ہیں' چونکہ وہ قرآن سے ماخوذ ہیں' اس لیے بجلی کی طرح تابناک ہیں' تاکہ اس زمانے کے لوگ کفر کی تاریکی سے نکل کر آسمان کی روشنی میں آ جائیں اور گمراہ ہونے سے محفوظ ہو جائیں۔

نظام باطل کے خلاف اقدام کے ضمن میں

نہی عن المنکر بالید کی دو صورتیں

مسجد دارالسلام' باغ جناح' لاہور میں امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید صاحب کے 9 فروری 2007ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

[گزشتہ سے پیوستہ]

نہی عن المنکر کے ضمن میں یہ ترتیب پیش نظر رہے کہ جب تک طاقت حاصل نہیں ہوتی' انقلابی جماعت کے ممبران برائی اور منکرات کو زبان سے روکنے کی سعی کریں۔ زبان سے منکرات کے خلاف جہاد کرتے رہیں اور قرآن کے ذریعے ایمان کی جوت جگائیں' جس طرح کے نبی ﷺ نے کیا تھا۔ اِس لئے کہ ابھی ''کفوا ایدیکم'' کا مرحلہ ہے۔ مگر جب جماعت اتنی مضبوط ہو جائے کہ باطل نظام سے ٹکرا سکے' تو پھر قوت سے باطل نظام کا راستہ روکنا اور برائی کا انسداد کرنا ہوگا۔ اِس کی دو صورتیں ہوسکتی ہیں۔

پہلی صورت یہ ہے کہ باطل نظام سے مسلح تصادم ہو' کھلے عام جنگ ہو' تا کہ حق و انصاف پر مبنی نظام قائم ہو جائے۔ شریعت کی اصطلاح میں اس تصادم کا نام خروج ہے۔ وطن عزیز میں بسنے والے سنی مسلمانوں کی عظیم اکثریت حنفی المسلک ہے اور امام ابو حنیفہؒ کا موقف یہی ہے کہ فاسق و فاجر مسلمان حکمرانوں کے خلاف خروج ہوسکتا ہے۔ البتہ فقہائے احناف نے اس کے لئے بڑی کڑی شرائط لگائی ہیں۔

ایک شرط تو یہ ہے کہ حکمرانوں کی طرف سے کھلم کھلا اور برملا کسی ایسی بات کا ظہور ہو رہا ہو جو خلاف اسلام ہو۔ مثلاً کوئی شخص اپنے گھر میں بیٹھ کر شراب پی رہا ہے تو یہ اس کا ذاتی معاملہ ہے' لیکن اگر وہ شراب نوشی کی ترویج کر رہا ہو' لوگوں کو اس کے استعمال کی ترغیب و تشویق دے رہا ہو تو معاملہ مختلف ہو جائے گا۔ ایسے حکمران کو معزول کرنے کے لئے قوت فراہم کرنا اور خروج کرنا بالکل جائز اقدام ہوگا۔

دوسری شرط یہ ہے کہ اس نظام کو بدلنے کے لئے جو لوگ اٹھیں ان کی طاقت اور ان کے اثرات اتنے زیادہ ہو چکے ہوں کہ وہ یقین رکھتے ہو کہ ہم تبدیلی برپا کر دیں گے۔ ایسا نہ ہو کہ تھوڑی سی طاقت کے ساتھ تصادم کا آغاز کر دیں' جس کا نتیجہ بدامنی کی صورت میں ظاہر ہو اور کچھ لوگ اپنی جانوں کا ہدیہ پیش کر دیں اور نظام جوں کا توں قائم رہے۔ بلکہ صورت یہ ہونی چاہئے کہ بحالات ظاہر یہ امید واثق ہو کہ ہم نظام کو بدل سکتے ہیں۔

نہی عن المنکر اور غلبۂ دین کی غرض سے انقلابی جماعت کا حکومت کے خلاف خروج اگرچہ شرعی طور پر جائز ہے' تاہم موجودہ دور میں بالفعل یہ صورت پیدا ہو چکی ہے کہ اب خروج و بغاوت کا امکان ہی موجود نہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ماضی میں باقاعدہ تنخواہ دار فوجیں (Standing Armies) نہیں ہوتی تھیں' اگر ہوتی بھی تھیں تو بہت کم' جبکہ آج کل تقریباً ہر حکومت کے پاس لاکھوں کی تعداد میں تربیت یافتہ اور منظم فوجیں موجود ہوتی ہیں۔ ثانیاً اُس دَور میں جس نوع کا اسلحہ فوجوں کے پاس ہوتا تھا' قریباً اسی نوع کا عوام کے پاس بھی ہوتا تھا' وہی تلواریں' وہی نیزے' وہی تیر

موجودہ دور میں طاقت کے ساتھ نظام کے خاتمے کی دوسری صورت منظم اور پرامن احتجاجی تحریک ہے۔ اور یہی بحالاتِ موجودہ خروج کا متبادل (alternate) ہے

وہی ڈھالیں جو فوج کے پاس ہوتیں' عوام کے پاس بھی ہوتی تھیں۔ تو اُس زمانہ میں نسبت و تناسب کا کوئی نہ کوئی معاملہ موجود تھا۔ لیکن تمدنی ارتقاء کے نتیجے میں اب صورت یہ ہے کہ حکومت کے وسائل' اس کی طاقت' اس کی فوجیں اور اسلحہ کے معاملہ کی نوعیت بالکل بدل چکی ہے۔ حکومتی افواج اعلیٰ نوعیت کے اور جدید ترین اسلحہ سے لیس ہیں' اور اس طرح حکومت ایک قوی ترین ادارہ بن چکی ہیں' جبکہ عوام قریباً بالکل نہتے ہیں۔ چنانچہ اب سرے سے کوئی نسبت و تناسب موجود نہیں ہے۔ تو یہ فرق و تفاوت اتنا عظیم ہے کہ اسے نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔

موجودہ دور میں طاقت کے ساتھ نظام کے خاتمے کی دوسری صورت منظم اور پرامن احتجاجی تحریک ہے۔ اور یہی بحالاتِ موجودہ خروج کا متبادل (alternate) ہے۔ یہ صورت تمدنی ارتقاء کے نتیجے میں پیدا ہوئی ہے۔ آج کے دور میں ''ریاست'' اور ''حکومت'' دو علیحدہ علیحدہ چیزیں تسلیم کی جاتی ہیں جبکہ آج سے دو سو سال قبل یہ صورت حال موجود نہیں تھی۔ صرف ''حکومت'' ہی کا وجود تھا' ''ریاست'' کا کوئی تصور نہ تھا۔ چنانچہ اِدھر کوئی شخص حکومت کے خلاف کھڑا ہوا اُدھر اسے فوراً باغی گردان کر گردن زدنی قرار دے دیا گیا۔ لیکن یہ صورت حال اس دور میں بدل چکی ہے۔ انسانی فکر اور انسانی تمدن کا جو ارتقاء ہوا ہے اس کے تحت اب یہ بات تسلیم کی جاتی ہے کہ ''ریاست'' ایک بالکل علیحدہ شے ہے اور حکومت صرف ریاست کے معاملات کو چلانے والا ایک انتظامی ادارہ ہے۔ حکومت بدلتی رہتی ہے' لیکن ریاست تسلسل کی حامل ہوتی ہے۔ کسی ملک کے رہنے والے دستوری اور آئینی طور پر حکومت کی اطاعت تو کرتے ہیں' لیکن دراصل جس شے کو وفاداری کہا جاتا ہے وہ ''ریاست'' کے ساتھ وابستہ ہوتی ہے' حکومت سے نہیں۔

تمدن کے ارتقاء اور فکر انسانی کی وسعت کے نتیجہ میں آج پوری دنیا میں یہ بات مسلم سمجھی جاتی ہے کہ کسی حکومت کو بدلنے کا حق اس ملک کے رہنے والوں کو حاصل ہے۔ کوئی مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر یہ نہیں کہہ سکتا کہ اس کی حکومت مستقل قسم کی حکومت ہے۔ جو بھی کہے گا' یہی کہے گا کہ یہ وقتی اور عارضی انتظام ہے' حالات خراب ہو گئے تھے' انتشار ہو گیا تھا' خانہ جنگی کا اندیشہ لاحق تھا' لہٰذا فساد کو روکنے کے لئے یہ فوری نوع کا اقدام بطور فوری علاج کیا گیا ہے۔ وقتی طور پر حکومت کے انتظام کو فوج نے سنبھالا ہے' ہمارا اس کو مستقل قائم رکھنے کا ارادہ نہیں ہے۔ اسی طرح کوئی بھی ایسا حکمران جو جمہوری طریقہ سے برسر اقتدار آیا ہو یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ اب اس کی یا اس کے خاندان کی اس ملک پر مستقل حکومت رہے گی۔ ہاں جن ممالک میں اب بھی ملوکیت اور بادشاہت (Monarchy) قائم ہے وہاں معاملہ تا حال سابق انداز پر چل رہا ہے کہ وہاں خاندانی حکومتیں قائم ہیں اور وہاں ریاست

حکومت کا کوئی علیحدہ تصور موجود نہیں ہے۔ بہر حال یہ واضح ہے کہ موجودہ دور میں عوام کا یہ حق ہے کہ وہ حکومت کو تبدیل کرنے کے لئے تحریک چلا سکتے ہیں' اِسے ریاست کے خلاف نہیں سمجھا جائے گا' جیسا کہ ماضی میں حکومت بدلنے کی کوشش کو بغاوت خیال کیا جاتا تھا۔ تمدن میں تبدیلی سے صورتحال بدل چکی ہے۔ کسی بھی ملک کے باشندے کو آئینی طور پر یہ حق رکھتے ہیں کہ وہ حکومت کے خلاف اپنے مطالبات کے حق میں احتجاجی تحریک چلائیں۔

موجود دور میں انقلابی جماعت اسلامی انقلاب کے لئے یہی طریقہ اختیار کرے گی۔ اور اس اقدام کی صورت یہ ہے کہ انقلابی جماعت جو دعوت' تنظیم تربیت' اور صبر محض سے گزر چکی ہو' تو وہ رائج الوقت نظام اور اس کو چلانے والے انتظامی ادارے (یعنی حکومت) کے مقابلہ میں امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے فریضہ کی ادائیگی کے لئے کمر کس لے اور جان ہتھیلی پر رکھ کر کھڑی ہو جائے اور صرف زبانی وکلامی بات کرنے کے بجائے علی الاعلان یہ کہے کہ اب فلاں فلاں منکرات ہم ہرگز نہیں ہونے دیں گے' یہ کام اب ہماری لاشوں پر ہوگا۔ پھر اس پر ڈٹ جائے اور ہر نوع کی مالی و جانی قربانی پیش کرنے سے دریغ نہ کرے۔

اس اقدام میں اس بات کا التزام ولحاظ ضروری ہوگا کہ انہی منکرات کو چیلنج کیا جائے جو تمام مسالک کے ماننے والوں کے نزدیک مسلم ہوں۔ کسی مسئلہ میں اگر کسی کی شاذ رائے ہو کہ وہ منکر ہے تو ظاہر بات ہے کہ اس پر تمام مسالک کے لوگوں کو جمع نہیں کیا جا سکتا اور نہ اس پر کوئی تحریک ہی برپا کی جا سکتی ہے۔ ہدف اس کام کو بنانا ہوگا جو سب مسلمانوں کے نزدیک منکر ہو' جو سب کے نزدیک حرام ہو۔ مثال کے طور پر بے حیائی' عریانی' تبرج جاہلیہ' مرد وعورت کے مخلوط اجتماعات' عورت کی بطور اشتہار تشہیر اور یومِ پاکستان اور یومِ استقلال کے مواقع پر افواج پاکستان کے ساتھ اللہ کے آخری نبی حضرت محمد ﷺ کی معنوی نوجوان بیٹیوں کی سڑکوں پر مردوں کے سامنے سینہ تان کر پریڈ۔ یہ سب وہ خلاف شریعت امور ہیں جن کے منکر ہونے کے بارے میں تمام مذہبی مکاتب فکر کے درمیان کوئی اختلاف نہیں۔ الغرض موجودہ دور میں اسلامی انقلابی جماعت منکرات یعنی خلاف شریعت کاموں کے خلاف مظاہروں کے ذریعے اقدام کا آغاز کرے گی۔ تمدنی ارتقاء نے ان مظاہروں کی بہت سی صورتوں سے دنیا کو روشناس کرایا ہے' جن میں پکٹنگ (Picketing) یعنی دھرنا مار کر بیٹھنا' احتجاجی طور پر حکومت کو یا عوام کو کسی کام سے روکنے کے لئے گھیراؤ وغیرہ کرنا بھی شامل ہے۔

حکومت کے خلاف اقدام یعنی مظاہروں اور دیگر احتجاجی طور طریقوں کو اختیار کرنے کی صورت میں چند شرائط کو لحوظ رکھنا لازم ہے۔ پہلی بات یہ ہے کہ کارکنوں کو ہر قسم کے جور وستم کے جواب میں مکمل پُر امن رہنا ہوگا' جوابی کارروائی اور توڑ پھوڑ سے مکمل اجتناب کرنا ہوگا۔ نبی اکرم ﷺ کی مکی زندگی کے تیرہ برسوں میں ہر قسم کے جور وستم' اور ظلم وتشدد کو صحابہ کرامؓ نے جس پامردی سے برداشت کیا ہے' اپنی طرف سے جوابی کارروائی تو درکنار مدافعت تک نہیں کی' وہی طرز عمل اس اقدام یعنی مظاہروں اور گھیراؤ وغیرہ کے معاملہ میں اس انقلابی جماعت کو اختیار کرنا ہوگا۔ یہ عذر قابلِ قبول نہیں ہوگا کہ احتجاجی جلوس تو ہم نے نکالا تھا لیکن توڑ پھوڑ کوئی اور کر گیا۔ اگر انقلابی جماعت کے اثرات اتنے نہیں ہیں کہ وہ عوام کو پُر امن رکھ سکے اور نہ اس کے پاس ایسے کارکن ہیں جو عوام کو کنٹرول کر سکیں اور ہر نوع کی بدامنی کو قابو میں رکھ سکیں تو ایسی صورت میں اس تنظیم کو ایسے مظاہروں کا حق نہیں ہے۔ انقلابی جماعت اقدام کے مرحلہ میں اسی وقت داخل ہو کہ جب اُسے اپنی امکانی حد تک یہ اندازہ ہو جائے اور یہ معلومات حاصل ہوں کہ ہمارے اپنے زیر اثر اور ہمارے تربیت یافتہ لوگ اتنے ہیں کہ وہ پُر امن طریق پر سڑکوں پر آ کر مظاہرے کر سکتے ہیں اور ان کی اخلاقی ساکھ اتنی مضبوط ہے کہ ان کے مظاہروں کے دوران بدامنی کا کوئی حادثہ نہیں ہوگا۔ اور اگر چند شر پسند لوگ بدامنی پر اتر ہی آئیں تو ان کی تنظیمی طاقت اتنی مضبوط ہو کہ وہ ان اشرار کی گردنیں خود دبوچیں اور ان پر قابو پا کر انہیں حکومت کے حوالے کریں کہ یہ ہم میں سے نہیں ہیں۔ یہ تخریب کار عناصر ہیں' جو اس پُر امن اور عدم تشدد کی اسلامی تحریک کو سبوتاژ کرنے کے لئے آ گئے ہیں۔ اس انقلابی تنظیم کے تربیت یافتہ جلوس نہ بسوں کو جلائیں گے' نہ سائن بورڈز اور ٹریفک سگنلز توڑیں گے نہ ہی وہ نجی یا سرکاری املاک کو نقصان پہنچائیں گے۔ ان جلوسوں اور مظاہروں کا مطالبہ یہ ہوگا کہ فلاں فلاں کام شریعت کی رو سے منکر ہیں' حرام ہیں' ہم ان کو کسی حال میں نہیں ہونے دیں گے۔ حکومت گرفتار کرے تو مظاہرین کوئی مزاحمت نہیں کریں گے' لاٹھی چارج کرے تو اسے جھیلیں گے' آنسو گیس کے شیل برسائے تو برداشت کریں گے' حتیٰ کہ گولیاں برسائے تو خوشی خوشی اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کریں گے' لیکن نہ تو پیچھے ہٹیں گے اور نہ ہی اپنے موقف کو چھوڑیں گے۔

ماضی قریب میں اس قسم کی تحریک کی مثال ایرانیوں نے پیش کی۔ جس کے نتیجے میں شہنشاہ ایران' جس کے پاس ایشیا کا سب سے بڑا اسلحہ خانہ تھا' جس کے پاس ساواک جیسی

پریس ریلیز

2 مارچ 2007ء

پاکستان کے گرد گھیرا تنگ کیا جا رہا ہے۔
بچاؤ کا راستہ اجتماعی توبہ ہے

حافظ عاکف سعید

پاکستان کے گرد گھیرا تنگ کیا جا رہا ہے۔ جن خدشات سے ڈر کر پاکستانی حکمرانوں نے امریکہ کی پہلی دھمکی پر سر تسلیم خم کر دیا تھا' اب انہی دھمکیوں کا دوبارہ سامنا ہے۔ یہ بات امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید نے مسجد دارالسلام باغ جناح میں خطابِ جمعہ کے اختتام پر کہی۔ انہوں نے کہا کہ حالات و واقعات سے ظاہر ہے کہ افغانستان اور ایران کے بعد اب پاکستان کی باری آیا چاہتی ہے۔ اگرچہ پاکستان ایٹمی طاقت ہونے کی وجہ سے پہلے دن ہی سے ٹارگٹ پر تھا' لیکن ہم نے اپنی جان بچانے کے لیے اپنے تئیں ہر جتن کر ڈالا' اور سب کچھ لٹا کر بھی معلوم ہوا کہ وہیں کھڑے ہیں۔ گویا جوتوں سے بچنے کے لیے سو پیاز کھائے لیکن اب جوتے بھی کھانا ہوں گے۔ اگر ہم نے اُسی وقت اللہ کے دامنِ رحمت میں پناہ لی ہوتی تو یہ دن نہ دیکھنا پڑتا۔ اب بھی بچاؤ کا واحد راستہ اجتماعی توبہ ہی ہے۔ اگر ہم اللہ کی طرف یکسو ہو کر اس کا ہر حکم پورا کرنے کے لیے تیار ہو جائیں اور اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی میں اللہ کی نافرمانیاں ترک کر دیں تو اللہ کی مدد و نصرت سے دشمن کے مقابلے میں ضرور سرخرو ہو کر نکلیں گے۔

(جاری کردہ: شعبہ نشر و اشاعت تنظیم اسلامی پاکستان)

سفاک پولیس تھی، اور جو خود کو ''آریہ مہر'' کہلواتا تھا اور جو سائرس ثانی بننے کے خواب دیکھ رہا تھا، اس کی ساری طاقت اور سارا دبدبہ ان سرفروشوں کی قربانیوں کے آگے خس و خاشاک کی طرح بکھر کر رہ گیا، جو اس کے خلاف مظاہروں کی صورت میں جان دینے کے لئے سڑکوں پر آ گئے تھے۔ بالآخر اس کی پولیس عاجز آ گئی اور فوج نے ان مظاہرین پر گولیاں چلانے سے انکار کر دیا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ اس کو اپنا ملک چھوڑ کر فرار ہونا پڑا اور انقلابیوں کو کامیابی حاصل ہو گئی۔

> نظام کو بدلنے کے لئے جو لوگ اٹھیں ان کی طاقت اور اثرات اتنے زیادہ ہو چکے ہوں کہ وہ یقین رکھتے ہو کہ ہم تبدیلی برپا کر دیں گے۔ اگر تھوڑی سی طاقت کے ساتھ تصادم کا آغاز کر دیا گیا تو کچھ لوگ جانیں تو قربان کر دیں گے، مگر نظام جوں کا توں قائم رہے گا۔

اس سے یہ نتیجہ برآمد ہوتا ہے کہ جب ایک منظم انقلابی جماعت راہِ حق میں جان دینے کے لئے آمادہ ہو جائے تو اسے ملک کے عوام کی اتنی اخلاقی اور عملی حمایت حاصل ہو جاتی ہے کہ پھر اسے کچلنا اور ختم کر دینا آسان نہیں رہتا۔ پھر کوئی طاقت ایسے جانبازوں اور سرفروشوں کا راستہ نہیں روک سکتی۔

اس طریق کار کے تین ممکنہ نتائج نکل سکتے ہیں۔ ایک یہ کہ حکومت اگر ان مظاہروں کے نتیجہ میں پسپائی اختیار کرے، یعنی منکرات کو ختم کرنا شروع کر دے تو اور کیا چاہیے؟ ایک منکر کے بعد دوسرے اور دوسرے کے بعد تیسرے منکر کے خلاف مظاہرے جاری رہیں گے۔ اس طرح اگر ہم ایک ایک کر کے منکرات کو ختم کراتے چلے جائیں تو اسلامی انقلاب آ جائے گا۔ تبدیلی برپا ہو جائے گی اور پورے کا پورا نظام صحیح ہو جائے گا۔ لیکن جب تک نظام مکمل طور پر اسلامی نہیں ہو گا، یہ جدوجہد جاری رہے گی۔

دوسرا ممکنہ نتیجہ یہ نکل سکتا ہے کہ حکومتِ وقت اسے اپنی بقاء، اپنی انا اور اپنے مفادات کے تحفظ کا مسئلہ بنا لے اور طاقت سے اسلامی تحریک کو کچلنے کی کوشش کرے۔ کوئی بھی حکومت کسی نہ کسی طبقہ کی نمائندگی کر رہی ہوتی ہے اور معاشرے کے کسی طاقتور طبقہ کے مفادات کی محافظ بن کر بیٹھی ہوتی ہے۔ اسلام کا نظامِ عدل و قسط ان طبقات کے لئے پیغامِ موت لے کر آتا ہے۔ لہٰذا حکومت وقت کسی ایسی تحریک کو ٹھنڈے پیٹوں برداشت نہیں کرتی، جس کے کامیاب ہونے کے نتیجہ میں سرمایہ دارانہ اور جاگیردارنہ استحصالی نظام ختم ہو جائے اور اسلام کا عادلانہ و منصفانہ نظام قائم ہو جائے۔ لہٰذا وہ ریاست کی پولیس اور فوج کو اس تحریک کو کچلنے کے لئے بے دریغ استعمال کرے گی۔ چنانچہ لاٹھیاں برسیں گی، آنسو گیس کے شیل پھینکے جائیں گے، گولیوں کی بوچھاڑ ہو گی، گرفتاریاں ہوں گی، دار و رسن کے مراحل آئیں گے۔ لیکن اگر لوگ اللہ کی راہ میں جدوجہد کرنے والے قربانیاں دینے حتیٰ کہ جان تک دینے پر تیار ہوں اور ثابت قدمی سے میدان میں ڈٹے رہیں تو پولیس کتنوں کو گرفتار کرے گی؟ فوج کتنوں کو اپنی گولیوں سے بھونے گی؟ اگر تحریک کے کارکنوں نے صبر و استقامت کا ثبوت دیا تو پورے وثوق کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ بالآخر پولیس اور فوج جواب دے دے گی کہ یہ مظاہرین ہمارے ہی ہم مذہب اور ہم وطن ہیں، ہمارے ہی اعزہ و اقارب ہیں، یہ لوگ اپنی کسی ذاتی غرض کے لئے میدان میں نہیں آئے ہیں بلکہ اللہ کے دین کی سربلندی اور اس کے قیام کے لئے اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کرنے کے لئے نکلے ہیں، تو آخر ہم کب تک ان کو اپنی گولیوں سے بھونتے چلے جائیں؟ نتیجہ یہ نکلے گا کہ حکومت کا تختہ اُلٹ جائے گا اور تحریک کامیابی سے ہمکنار ہو گی، جیسا کہ ایران میں ہوا کہ شہنشاہ ایران جیسے آمر مطلق کو بھی ایسی صورت حال میں باحسرت و یاس ملک چھوڑ کر فرار ہونا پڑا۔ تو یہ دو ممکنہ صورتیں تو تحریک کی کامیابی کی ہیں۔

ایک تیسرا نتیجہ یہ نکل سکتا ہے کہ حکومت وقت اس تحریک کو کچلنے میں کامیاب ہو جائے۔ اس صورت میں جن لوگوں نے اس راہ میں جانیں دی ہوں گی، ان کی قربانیاں ہرگز ضائع نہیں ہوں گی۔ وہ، ان شاء اللہ العزیز، اللہ تعالیٰ کے یہاں اجر عظیم اور فوز کبیر سے نوازے جائیں گے۔ یہ واضح رہنا چاہیے کہ ہم نظام کو بالفعل بدلنے کے مکلف اور ذمہ دار نہیں ہیں، البتہ اس کو بدلنے کی جدوجہد ہم پر لازم ہے۔ مزید برآں انہی جان نثاروں اور سرفروشوں کی قربانیوں سے، ان شاء اللہ، جلد یا بدیر کوئی نئی انقلابی اسلامی تحریک ابھرے گی جو طاغوتی، استحصالی اور جابرانہ نظام کو للکارے گی اور بالآخر دین حق کا غلبہ ہو کر رہے گا۔

[قارئین! امیر تنظیم اسلامی کے خطاب کی اِس دوسری قسط کی تلخیص کے لئے بانیٔ تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمد کی کتاب ''منہج انقلاب نبویؐ'' سے مدد لی گئی ہے۔ از مرتب]

[مرتب: محبوب الحق عاجز]

پاکستان کے راہنماؤ

ابن انیس حبیب الرحمٰن لدھیانوی

پاکستان کے راہنماؤ — قوم کو اور نہ اب تڑپاؤ
ہر سُو ڈاکو چور لُٹیرے — بم دھماکے، شام سویرے
خون ہوا پانی کے بھاؤ — پاکستان کے راہنماؤ
زخمی، زخمی ہر اِک انساں — عزت، غیرت ہر سُو ارزاں
کون بھرے گا ان کے گھاؤ — پاکستان کے راہنماؤ
کتنا پیارا پاک وطن ہے — پھر بھی ظلمت سایہ فگن ہے
للہ اس کے نغمے گاؤ — پاکستان کے راہنماؤ
سب نے رب سے منہ ہے پھیرا — غیرِ خدا نے ہم کو گھیرا
کفر کا چل گیا آخر داؤ — پاکستان کے راہنماؤ
اپنی دھرتی کا یہ سینہ — اپنی عظمت کا ہے زینہ
عظمتِ رفتہ پھر سے لاؤ — پاکستان کے راہنماؤ
ایک خدا کا ایک نبی کا — کلمہ ہے ایمان سبھی کا
کچھ تو اس کا رنگ دکھاؤ — پاکستان کے راہنماؤ
غیراللہ سے ناتا توڑو — ایک خدا سے رشتہ جوڑو
سر کو جھکاؤ، رب کو مناؤ — پاکستان کے راہنماؤ
قوم کو اور نہ اب تڑپاؤ

زمینی حقائق اور پاکستان کا مستقبل

بانی تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمد مدظلہ کی خصوصی تحریر

امت مسلمہ کے خلاف اس وقت سب سے بڑا گٹھ جوڑ امریکہ اور یہودیوں کا ہے' اور اب اس میں بھارت بھی شامل ہوگیا ہے اور موجودہ حالات میں اِس مثلث کا سب سے بڑا ہدف پاکستان ہے۔ نائن الیون کے واقعے کے بعد امریکی دھمکی پر بتاشے کی طرح بیٹھنے اور اپنی محکم پالیسیوں پر یوٹرن لینے کے باوجود بھی اس گٹھ جوڑ کی جانب سے خطرے کی تلوار پاکستانی قوم کے سروں پر مسلسل لٹک رہی ہے۔ اس خطرے کی نشاندہی کسی اور حلقے کی جانب سے ہوتو شاید اُسے قابل اعتنا نہ سمجھا جائے مگر اس خطرے کی نشاندہی خود صدر پاکستان جنرل پرویز مشرف اپنی خودنوشت میں فرما چکے ہیں کہ اگر ہم امریکی دھمکی کے جواب میں امریکی کیمپ میں شامل نہ ہوتے تو وہ ہمیں پتھر کے زمانے میں دھکیل دیتے اور ایک موقع پر انہوں نے یہاں تک کہہ دیا کہ پاکستان پر بھی حملہ ہوسکتا ہے۔ اسی طرح کے خدشے کا اظہار ہمارے وزیر خارجہ نے بھی ایک موقع پر کیا کہ کہیں پاکستان بغداد نہ بن جائے۔ آج صورتِ حال یہ ہے کہ کل تک ہمارے اربابِ اقتدار جس امریکی قربت و رفاقت پر نازاں تھے اور اتراتے پھرتے تھے' آج اُسی پر پریشان نظر آ رہے ہیں۔

موجودہ حالات میں امریکی حکومت جس قسم کے بل پاکستان کے خلاف پاس کر رہی ہے اُس کے بعد ہمارے حکمران طبقے کو اندازہ ہوگیا ہوگا کہ گویا زمین ہمارے پاؤں تلے سے سرک رہی ہے۔ افغانستان میں اپنے منصوبوں کی ناکامیاں اور طالبان کے دوبارہ احیاء کو امریکی حکومتی اہلکار ہمارے کھاتے میں ڈال رہے ہیں اور ان کے اعلیٰ ترین اہلکاروں کے اوپر تلے حالیہ دورے ہماری حکومت کو ایک بار پھر ہراساں کرنے کے لیے کیے جا رہے ہیں۔ بہرحال حالات کا جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ ہماری قسمت ایک بار پھر معلق ہے' بالکل ویسے ہی جیسے وہ نائن الیون کے موقع پر معلق ہوئی تھی۔ ماضی میں ہمارے اکثر دانشور اور کالم نویس ان لوگوں کو احمق اور دیوانے قرار دیتے تھے جن کا یہ موقف تھا کہ ہمیں امریکی مطالبات کے سامنے نہیں جھکنا چاہیے' اور ڈٹ جانا چاہیے کیونکہ امریکہ اور اسرائیل ہمارے کسی صورت میں دوست نہیں۔ ان موقف کے حامل افراد پر فقرے چست کیے گئے اور کہا گیا کہ انہیں تو حالات و واقعات کا شعور اور ادراک ہی نہیں ہے۔ یہ لوگ زمینی حقائق سے نابلد ہیں۔ مگر آج جب حالات کا مشاہدہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ زمینی حقائق تو اب پہلے کی نسبت کہیں زیادہ خوفناک ہو چکے ہیں۔

زمینی حقائق کی اس خوفناکی کا اصل اور اہم سبب وہی ہے کہ ہم نے اللہ کے دین سے بے وفائی کی۔ مشیت الٰہی نے پاکستان کو ایک اہم رول تفویض کیا تھا اور ہم نے اپنے آپ کو اُس رول کا اہل ثابت نہیں کیا' نتیجہ ہمارے سامنے ہے۔ اُس خصوصی رول کا تذکرہ علامہ اقبال نے

بھارت کے سیاست دان اور تمام طبقات کے لوگ ایک ہی راگ الاپ رہے ہیں کہ ہم تو ایک ہی تھے' لہٰذا ہمیں سرحدی لکیروں کو بھلا دینا چاہیے۔ ہندو لیڈر جان چکے ہیں کہ پاکستان اپنی منزل اسلام سے بہت دور نکل چکا ہے اور اب تیزی سے سیکولرازم کی جانب بڑھ رہا ہے۔ لہٰذا اب یہ کٹی پتنگ کی مانند ہے

اپنے معروف خطبہ الٰہ آباد میں ان الفاظ میں کیا تھا کہ ہندوستان کے شمال مغرب میں قائم ہونے والی آزاد مسلمان ریاست میں ہمیں موقع مل جائے گا کہ ہم دورِ ملوکیت میں اسلام کے چہرۂ انور پر جو داغ اور دھبے آ گئے تھے انہیں دھو کر صاف کر دیں اور پوری دنیا کے سامنے حقیقی اسلام کی روشن تصویر پیش کر دیں۔ 59 سال گذر گئے' ہم نے پاکستان میں اسلام کے اصول حریت و اخوت و مساوات کا عملی نمونہ پیش نہیں کیا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ سزا کا کوڑا ہماری پیٹھ پر پڑا۔ اسلام کی بنیاد پر ایک قوم قومیت میں بٹ گئی۔ بنگلہ قوم نے بنگلہ دیش بنا لیا اور اب بلوچستان، پختونستان' سندھو دیش' لیاقت پور' خودمختار کشمیر کے جراثیم پاکستانی قوم کے تمام طبقات میں موجود ہیں۔ دوسری تقسیم مذہب کی بنیاد پر ہمارے اندر موجود ہے۔ اس اعتبار سے دیکھا جائے تو ہم بے بنیاد قوم بن کر رہ گئے ہیں۔

راقم الحروف ایک عرصہ سے اس چیز کی منادی دے رہا ہے کہ پاکستان کی وجہ جواز اسلام کے سوا کچھ نہیں اور ہم نے اسلام کی جانب پیش رفت نہ کر کے اپنی وجہ جواز کو کھو دیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عالمی منصوبہ ساز اور سیاسی پنڈت کبھی پاکستان کے تحلیل ہو جانے کے شوشے چھوڑتے ہیں تو کبھی اس کے حصے بخرے کرنے کی پیشین گوئیاں کرتے ہیں۔ یہ منصوبے اور پیشین گوئیاں نہ تو وحی ہیں اور نہ ہی کشف والہام کا درجہ رکھتی ہیں' مگر ان سے پاکستان کے خلاف ہونے والی ریشہ دوانیوں اور سازشوں کا انعکاس ہوتا ہے۔ گویا۔

وطن کی فکر کر ناداں قیامت آنے والی ہے
تیری بربادیوں کے مشورے ہیں آسمانوں میں

ایک تیسرا منصوبہ بھی عالمی منصوبہ سازوں کے سازشی ذہن کا عکاس ہے کہ پاکستان کو بھارت کا تابع مہمل یا طفیلی ملک بنا دیا جائے اور اس کی حقیقت نیپال سے کوئی دس گنا بڑے ملک کی ہو مگر اس کی حیثیت نیپال سے زیادہ نہ ہو۔ عالم اسلام اور بالخصوص پاکستان کے خلاف سازشی مثلث کے اہم رکن بھارت کے ہندو عوام کے دلوں میں ایک زخم ہمیشہ سے ہے کہ پاکستان کے قیام سے ان کی مقدس بھارت ماتا کے ٹکڑے ہو گئے اور ان کی کوشش ہے کہ بھارت دوبارہ یکجا ہو جائے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے تمام سیاست دان اور تمام طبقات کے لوگ ایک ہی راگ الاپ رہے ہیں کہ ہم تو ایک ہی تھے' لہٰذا ہمیں سرحدی لکیروں کو بھلا دینا چاہیے' ہمارا کلچر اور ہمارا طرز بود و باش ایک ہے' پرانے اختلافات بھلا دیئے جائیں۔ یاد رکھیے' ان راگوں کا الاپنا بے بنیاد نہیں ہے۔ ہندو لیڈر جان چکے ہیں کہ پاکستان اپنی منزل اسلام سے بہت دور نکل چکا ہے اور اب تیزی سے سیکولرازم کی جانب بڑھ رہا ہے۔ لہٰذا اب یہ کٹی پتنگ کی مانند ہے۔ ثقافتی یلغار کے ذریعے وہ پہلے ہی ہمیں فتح کر چکے ہیں۔

دوسری جانب عالم کفر بالخصوص یہود کے سینے میں پاکستان کا ایٹم بم ایک زخم کی مانند ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حال ہی میں ایک بل پاس کیا گیا ہے جس کی رو سے

امریکہ جب چاہے ڈاکٹر عبدالقدیر خان کو تفتیش کے لیے طلب کر سکتا ہے۔ حکومت کی جانب سے کہا گیا ہے کہ ہم ڈاکٹر عبدالقدیر کو ان کے حوالے نہیں کریں گے' اللہ کرے ایسا ہو اور حکومت اپنے مؤقف پر ڈٹی رہے' مگر ہم نے اپنے ایٹمی سائنس دان سے ٹیلی ویژن پر اقرار جرم کروا کر یہ الزام تسلیم کر لیا ہے کہ دنیا میں ایٹمی پھیلاؤ کے ہم ذمہ دار ہیں اور اس حوالے سے بھرپور مقدمہ ہمارے خلاف تیار ہے۔

پاکستان کے خلاف عالمی منصوبہ سازوں کے تین ناپاک منصوبوں کے خاتمے کے تین ہی علاج ہیں۔ پہلا یہ کہ اللہ تعالیٰ صدر پرویز مشرف کے دل کو بدل دے۔ ان کے بارے میں میرا گمان ہے کہ وہ محب وطن اور مخلص شخص ہیں' مگر جو کچھ وہ کر رہے ہیں وہ جبر کے تحت کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے خصوصی اختیار سے ان کے دل میں یقین والا ایمان پیدا کر دے اور ان کے لیے ایسے حالات سازگار فرمائے کہ امریکی چنگل سے آزاد ہو کر پاکستان کو اس کی نظریاتی بنیادوں پر کھڑا کرنے کی کوشش کریں۔ ملک کی یکجہتی بھی تبھی ممکن ہے کہ اگر یہاں پر اسلام کا نفاذ ہو۔

دوسرا علاج یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ متحدہ مجلس عمل کی قیادت کے دل بدل دے اور وہ انتخابی کشاکش کے کھیل سے باہر آ جائے اور اسلام کے انقلابی فکر کے غلبے کے لیے قوم کو تیار کرے۔ متحدہ مجلس عمل کی قیادت نے حقوق نسواں بل کے مسئلہ پر واقعتاً قوم کو مایوس کیا ہے۔ استعفوں کی دھمکیاں دے کر اور پھر انہیں واپس لے کر اپنی ساکھ اور بھرم کو بھی گنوایا ہے' مگر اس کے باوجود امید ہے کہ اللہ ان کے رخ کو بدل دے' کیونکہ فرمان نبوی ﷺ ہے کہ تمام انسانوں کے دل اللہ کی دو انگلیوں کے درمیان ہوتے ہیں، وہ جدھر چاہے پھیر دے۔

تیسرا علاج یہ ہے کہ عوام انفرادی سطح پر توبہ کریں' حرام سے اجتناب اور حلال پر اکتفا کو اپنا شعار بنائیں، فرائض دینی کی ادائیگی کا فیصلہ کریں، بے حیائی فحاشی اور عریانی سے بچیں اور مغربی تہذیب کو مکمل طور پر چھوڑ دیں اور اپنے آپ کو ایک پُر امن اور منظم عوامی تحریک کے لیے تیار کریں۔ کیونکہ اب وہ آخری اور فیصلہ کن مرحلہ آ گیا ہے۔ یعنی اب یا پھر کبھی نہیں (Now or never)۔ اگر ہم یہاں اسلام نافذ کر لیں تو پاکستان کی سالمیت بھی محفوظ رہ سکتی ہے اور پاکستان عالمی افق پر آفتاب ہدایت بن کر طلوع ہو سکتا ہے۔

چمن کے مالی اگر بنا لیں موافق اپنا شعار اب بھی
چمن میں آ سکتی ہے پلٹ کر چمن سے روٹھی بہار اب بھی

پریس ریلیز

2 مارچ 2007ء

ایک مسلمان کا دین اسلام کی بجائے دوسرے کسی نظام کے تحت زندگی بسر کرنا اسلام سے انحراف ہے

ڈاکٹر اسرار احمد

ایک مسلمان کا دین اسلام کی بجائے دوسرے کسی نظام کے تحت اس طور سے زندگی بسر کرنا کہ دین اسلام کے غلبہ کی نہ جدوجہد ہے، نہ اس بارے کوئی تشویش لاحق ہے، بلکہ غیر اسلامی نظام کے ساتھ موافقت پیدا ہو گئی ہے تو یہ اسلام سے سراسر انحراف ہے، جس کی سزا دنیا میں ذلت و رسوائی اور آخرت میں شدید عذاب ہے۔ یہ بات ڈاکٹر اسرار احمد نے آج مسجد جامع القرآن، ماڈل ٹاؤن لاہور میں نماز جمعہ کے حاضرین سے خطاب کرتے ہوئے کہی۔ انہوں نے کہا کہ باطل اور کفریہ نظام کے ساتھ مفاہمت اور ہم آہنگی کا رویہ اختیار کرنا باطل اور کفر اختیار کرنے کے مترادف ہے' خواہ انفرادی طور پر کوئی شخص کتنا ہی نیک اور شریعت پر عمل پیرا ہونے کی کوشش کر رہا ہو۔ انہوں نے کہا کہ ہم نے پاکستان اسلام کے نام پر حاصل کیا تھا مگر یہاں اسلام کو سوائے بدنام کرنے کے کچھ نہیں کیا جو ایک عظیم جرم ہے' کیونکہ اس عمل میں لاکھوں، کروڑوں انسانوں کو نقل مکانی کے دوران نہ صرف مالی اور جانی نقصان سے دوچار ہونا پڑا بلکہ عورتوں کو اپنی عصمت سے محروم ہونا پڑا۔ انہوں نے کہا کہ ہماری نجات کا یہ واحد ذریعہ ہے کہ ہم ایک قیادت میں متحد اور منظم ہو کر پاکستان میں اسلامی نظام کے قیام کے لیے ایک پُر امن مزاحمتی تحریک کا آغاز کریں' ورنہ شاید ہی اس عذاب سے بچ سکیں جو اس وقت ہمارے سروں پر مسلط ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ اسلام میں دو ہی صورتیں ہو سکتی ہیں یعنی یا تو اسلام کا نظام عدل اجتماعی عملاً نافذ اور زیر عمل ہو' اس صورت میں ہر مسلمان سربراہ حکومت سے بیعت کر کے اس اجتماعیت کا فرد شمار ہو گا اور اگر یہ نظام موجود نہ ہو بلکہ اس کے برعکس ایک غیر اسلامی نظام رائج ہو، جیسا کہ اس وقت پوری دنیا کے اندر ہے تو ایسی صورت میں ہر مسلمان غلبۂ دین کے لیے کوشاں جماعت کے امیر سے بیعت کر کے اسلامی نظام کے قیام کے لیے جدوجہد کرے۔ اسلام میں اس کے علاوہ کوئی ممکنہ صورت نہیں ہو سکتی۔ (جاری کردہ: معتمد ذاتی)

دین فہمی بذریعہ خط و کتابت

جید عرب و مقامی علماء کی کتب پر مشتمل
ادارۂ فہم دین کے مرتب کردہ کورسز

1۔ اسلام کیا ہے؟
- عقل و درایت کے حوالے سے دین فطرت کی حقانیت
- توحید باری تعالیٰ کا اثبات عقل و شعور کی روشنی میں
- کیا دین انسان کی آزادی سلب کر لیتا ہے؟

2۔ اسلام کا فلسفہ حلال و حرام
- حلال و حرام مسلمان کی انفرادی و اجتماعی زندگی میں
- شکار' شراب' گھر' پیشے' شادی بیاہ' فیملی پلاننگ
- اعتقاد و تقلید' معیشت' کھیل اور تفریح' وغیرہ وغیرہ

3۔ اسلام کا معاشرتی نظام
- انسان اور نظریۂ اجتماع' معاشرتی ہیئت
- وحدت نسل انسانی' قیام خیر و شر' امر بالمعروف
- خاندان اور اس کا استحکام' عورت کی حیثیت'

4۔ شاہراہِ زندگی پر کامیابی کا سفر
- وقت کی اہمیت' جائزہ اور تساہل کا تجزیہ و علاج
- انفرادی منصوبہ بندی اور کیریئر پلاننگ
- مؤثر شخصیت اور فنِ گفتگو

5۔ حقیقتِ ایمان
- کائنات کی اصل حقیقت کیا ہے؟
- موت ہماری زندگی کا نقطۂ اختتام ہے یا؟
- خیر کیا ہے' شر کیا ہے؟ علم اور اس کے ذرائع؟

☆ مختصر سوالات ☆ ڈاک خرچ بذمہ ادارہ

نوٹ: ہر کورس کی فیس 200 روپے ہے

پراسپکٹس اور دیگر تفصیلات کے لیے رابطہ:

فہم دین خط و کتابت کورسز

جامع مسجد رحمۃ للعالمین نذیر پارک' غازی روڈ' ڈاک خانہ اسماعیل نگر' لاہور۔ 54760 موبائل: 0322-4679984

مراکش اور موریطانیہ میں اسلامی تحریک

سید قاسم محمود

دوسرے نو آزاد ملکوں کی طرح آزادی کے بعد مراکش کا ایک اہم مسئلہ آئین کی تیاری تھا۔ اسلامی نظام کے علم بردار جن میں جامع قرویین کے اساتذہ پیش پیش تھے' نئے آئین کی تشکیل اسلامی اصولوں کے تحت کرنا چاہتے تھے۔ ہر اسلامی ملک کی طرح مراکش میں بھی اس مطالبے کو عوام کی تائید حاصل تھی۔ چنانچہ جب مراکش کے ایک رہنما اور ادیب محمد مکی ناصری نے 1957ء میں سلطان محمد خامس کو اسلامی آئین و نظم ریاست کے متعلق عصرِ حاضر کے جید و معتبر علماء اور دانشوروں کی تصانیف پیش کیں تو سلطان نے وعدہ کیا کہ ''میں ان شاء اللہ ملک کی گاڑی کو اسلام ہی کے مطابق چلاؤں گا۔'' اس تحریک میں الجزائری عالم محمد بشیر ابراہیمی اور مراکشی عالم عبداللہ کنون نمایاں حصہ لے رہے تھے۔

فروری 1961ء میں سلطان محمد خامس کا انتقال ہوگیا۔ نیا آئین اس کے بعد جلد ہی مکمل ہوگیا اور شاہ حسن دوم نے جو اپنے والد کی وفات کے بعد تخت نشین ہوئے تھے' دسمبر 1962ء میں نیا دستور نافذ کر دیا۔ ملک کی مختلف سیاسی جماعتوں میں اتفاق رائے نہ ہونے کی وجہ سے یہ دستور بادشاہ نے خود تیار کیا اور اس پر استصواب کرایا۔ دستور کے حق میں 37 لاکھ سے زیادہ ووٹ آئے اور مخالفت میں صرف ایک لاکھ تیرہ ہزار ووٹ آئے۔ ملک کی تمام دینی جماعتوں' خواتین کی انجمنوں' طلبہ کی یونینوں اور صنعت و حرفت سے تعلق رکھنے والی جماعتوں نے دستور کے حق میں رائے دی۔ چونکہ اِس دستور کا جھکاؤ زیادہ تر اسلامی اصول و قوانین کی طرف تھا' اس لیے کیمونسٹوں اور بائیں بازو والے کیمونسٹ عناصر نے مخالفت میں رائے دی۔ دستور کی کامیابی کا سہرا بڑی حد تک استقلال پارٹی کے رہنما علال الفاسی کے سر ہے' جنہوں نے دستور کو اسلامی خطوط پر مدوّن کرنے اور رائے عامہ ہموار کرنے کے لیے بڑی جدوجہد کی۔ (علال الفاسی کی شخصیت کا تعارف ''ندائے خلافت'' کے گزشتہ شمارے میں ہو چکا ہے)۔

اِس نئے دستور کی رُو سے مراکش کا سرکاری مذہب اسلام اور قومی و سرکاری زبان عربی قرار دی گئی تھی۔ دستور کی ایک شق میں کہا گیا تھا کہ دینِ اسلام کی حمایت حکمران کا فرض ہوگا۔ عدلیہ کو انتظامیہ سے الگ کر دیا گیا اور نظام حکومت پارلیمانی قرار دیا گیا تھا۔ اس دستور میں اگرچہ یہ واضح نہیں کیا گیا تھا کہ دستور سازی کا ماخذ کتاب و سنت ہوں گے یا نہیں' لیکن اسلام پسند جماعتوں نے دستور کی حمایت اِس بنیاد پر کی کہ دستور میں ترمیم کا دروازہ کھلا رکھا گیا ہے' اس لیے اسلامی نقطۂ نظر سے دستور میں جو خامیاں رہ گئی تھیں' اُن کو دُور کیا جا سکتا تھا' لیکن مراکش کا یہ دستور زیادہ مدّت نہیں چلا۔ شاہی اختیارات اور دوسرے مسائل پر' خصوصاً دستور میں اسلامی دفعات شامل کرنے کے مسئلے پر بادشاہ سے سیاسی جماعتوں کا اختلاف بڑھتا گیا۔ مراکش کے سب سے بڑے شہر دارالبیضا (کاسابلانکا) میں وسیع پیمانے پر ہنگامے ہوئے' جس کے نتیجے میں 1965ء میں شاہ حسن دوم نے ملک میں ہنگامی حالت کا اعلان کر دیا اور مراکش کا دستور معطل کر دیا۔

> **موریطانیہ کا اسلامی جمہوریہ قرار دیا جانا وہاں کے عوام کے دباؤ کا اثر ہے۔ عوامی دباؤ میں برابر اضافہ ہو رہا ہے اور تعلیم یافتہ طبقے کی طرف سے حکومت سے برابر مطالبہ جاری رہتا ہے کہ زندگی کے تمام امور و معاملات میں حکومت اسلامی قانون نافذ کرے**

پانچ سال بعد مارچ 1972ء میں استصواب رائے حاصل کرنے کے بعد شاہ حسن نے دوسرا آئین نافذ کیا' جس کے بعد بادشاہ نے استقلال پارٹی اور یونائیٹڈ فرنٹ کو حکومت میں شمولیت کی دعوت دی' لیکن اِن پارٹیوں نے حکومت میں شرکت کے لیے چند بنیادی شرائط پیش کیں' جن کو شاہ حسن نے منظور نہیں کیا۔ اب اس وقت مراکش کی سیاسی صورت یہ ہے کہ ملک میں آئینی بادشاہت کا نظام قائم ہے اور بادشاہ کو وسیع اختیارات حاصل ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ ملک میں پارلیمانی نظام بھی موجود ہے۔

جولائی 1971ء میں فوج کے ایک حصے نے' جو بائیں بازو سے تعلق رکھتا تھا' بادشاہت ختم کرنا چاہی لیکن وزیر دفاع اور کمانڈر انچیف جنرل محمد اُفکیر نے فوجی بغاوت کچل دی۔ 1972ء میں شاہ حسن پر قاتلانہ حملے کی کوشش کی گئی۔ اسے اپنی ناکامی سمجھ کر جنرل محمد اُفکیر نے خودکشی کر لی اور فوج کی کمان بادشاہ نے اپنے ہاتھ میں لے لی۔ 1973ء میں بھی ملک میں دہشت پسندانہ سرگرمیاں جاری رہیں' جن میں' افسوس کہ پڑوسی اسلامی ملک لیبیا کے صدر قذافی کا ہاتھ تھا اور وہ مراکش کے بائیں بازو کے عناصر سے ساز باز کر کے حکومت کا تختہ پلٹنا چاہتے تھے' لیکن ایسی تمام اندرونی و بیرونی سازشوں کو کچلنے میں شاہ حسن دوم کامیاب رہے۔ اُن کی کامیابی کی ایک وجہ تو یہ تھی کہ شاہ حسن کو ملک میں خاص مقبولیت حاصل تھی اور دوسری وجہ یہ تھی کہ ملک میں کوئی مضبوط حزبِ اختلاف موجود نہیں تھی' اور جتنی بھی مخالف جماعتیں تھیں' اُن میں آپس میں اتفاق رائے نہ تھا' بلکہ ایک دوسرے سے شدید اختلاف رکھتی تھیں۔ تیسری وجہ یہ تھی کہ شاہ حسن خود بھی مراکشی عوام کے جذبات اور اُن کی نفسیات کو سمجھنے کی صلاحیت رکھتے تھے۔ انہوں نے کئی ایسے اقدامات کیے جن سے اُن کی عوامی مقبولیت میں اضافہ ہوا' مثلاً:

1۔ ستمبر 1969ء میں رباط میں پہلی اسلامی سربراہ کانفرنس (او آئی سی) منعقد کی' جو بیت المقدس کے ایک حصے کو نذرِ آتش کرنے کے سنگین اقدام کے ضمن میں اسرائیل کے خلاف منعقد کی گئی تھی۔ اس میں تقریباً تمام اسلامی ممالک کے سربراہوں نے شرکت کی تھی۔ صدرِ مملکت جنرل محمد یحییٰ خان نے پاکستان کی نمائندگی کی تھی۔ اس موقع پر فاس میں ایک تعلیمی کانفرنس بھی شاہ حسن نے طلب کی جس میں دنیائے اسلام کے مختلف حصوں سے ماہرینِ تعلیم کو مدعو کیا گیا تھا۔

2۔ 1973ء میں شاہ حسن نے فرانسیسی اور ہسپانوی باشندوں کی پانچ لاکھ ایکڑ زمین قومی ملکیت میں لے کر کسانوں میں مفت تقسیم کر دی۔ سمندر میں ماہی گیری کی حدود بارہ میل سے بڑھا کر ستر میل کر دی۔

3۔ اکتوبر 1973ء کی عرب اسرائیل جنگ میں اسرائیل کے خلاف فوجی دستے بھیج کر جنگ میں عملی حصہ لیا۔

4۔ جولائی 1974ء کے بعد سابق ہسپانوی صحرا کو حاصل کرنے کے لیے شاہ حسن نے جو کوشش کیں' اُن میں بھی اُن کی عوامی مقبولیت میں اضافہ ہوا اور ملک کی حزبِ اختلاف کی جماعتوں نے اِن کوششوں کو پسندیدگی کی نظر سے دیکھا' بلکہ یُوں کہنا چاہیے کہ ملک میں جو تھوڑی بہت حزبِ اختلاف موجود تھی' وہ بھی شاہ حسن کے اِن اقدامات سے ختم ہوگئی۔

ہسپانوی صحرا کا الحاق

ہسپانوی صحرا مراکش کے جنوب میں ایک لاکھ مربع میل رقبے پر مشتمل ایک وسیع علاقہ ہے' جس کی آبادی اِس وقت ڈیڑھ لاکھ کے قریب ہے۔ مراکش جس طرح موریطانیہ پر اپنا حق ملکیت سمجھتا تھا' اسی طرح وہ ہسپانوی صحرا کو بھی مراکش ہی کا ایک حصہ تصور کرتا تھا' جس پر ہسپانیہ نے

مراکش ہی کا ایک حصہ تصور کرتا تھا' جس پر ہسپانیہ نے 1978ء میں ایک لاکھ مسلح رضا کاروں کو لے کر' ہسپانوی صحرا کی سرحد تک مارچ کیا' جس کے نتیجے میں 14 نومبر کو مراکش' موریطانیہ اور اسپین کے درمیان سہ فریقی سمجھوتہ ہو گیا۔ جب اسپین نے اِس علاقے سے اپنی فوجیں واپس بلالیں تو مراکش نے اِس سمجھوتے کے تحت ہسپانوی صحرا کے دو تہائی حصے پر قبضہ کر لیا اور ایک تہائی حصہ موریطانیہ نے اپنے ملک میں شامل کر لیا' لیکن صحرا کے چھاپہ ماروں نے جو کمیونسٹ تنظیم پولیساریو کے تحت کام کر رہے تھے' اس سمجھوتے کو تسلیم نہیں کیا۔ وہ صحرا کو ایک آزاد اور خود مختار مملکت دیکھنا چاہتے تھے۔ الجزائر نے بھی اِس سمجھوتے کو تسلیم نہیں کیا اور چھاپہ ماروں کی فوجی امداد شروع کر دی۔ کئی دوسرے کیمونسٹ ملکوں کی طرف سے بھی چھاپہ ماروں کو مدد ملنے لگی۔ موریطانیہ کی حکومت ان چھاپہ ماروں کا زیادہ عرصہ مقابلہ نہ کر سکی اور وہ اگست 1979ء میں صحرا کے علاقے سے پولیساریو کے حق میں دست بردار ہو گئی۔ مراکش نے اس کے بعد موریطانیہ کے حصے پر بھی قبضہ کر لیا اور اس طرح پورے ہسپانوی صحرا کو مراکش میں ضم کر لیا اور اس کو المغرب والجنوبی کا نام دیا۔

مراکش میں حصولِ آزادی کے بعد پرائمری تعلیم لازمی قرار دے دی گئی۔ ملک میں دو یونیورسٹیاں اور اعلیٰ تعلیم کے کئی ادارے ہیں۔ شہر فاس میں ''جامع قرویین'' کے نام سے اسلامی تعلیمات کا ایک قدیم مدرسہ ہے جو شمالی افریقہ کا قدیم اور عظیم مدرسہ ہے۔ مراکش عربی کتابوں کی نشرواشاعت کا شمالی افریقہ میں سب سے بڑا مرکز ہے' یہاں کے کتب خانے (لائبریریاں) بھی اپنے نوادر مخطوطات کی کثرت وقدامت کی وجہ سے بہت ممتاز ہے۔

مراکش کے علماء میں محمد الفاسی (پیدائش 1908ء) بہت محترم و ممتاز ہیں۔ وہ جمعیت علمائے مراکش کے صدر ہیں۔ جامع قرویین کے شیخ اور محمد خامس یونیورسٹی (رباط) کے ریکٹر ہیں۔ وہ عربی اور فرانسیسی کے مصنف ہیں اور اُن کی متعدد کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔

مراکش کی دوسری اہم علمی شخصیت عبداللہ کنون کی ہے۔ وہ عربی ادب میں منفرد مقام رکھتے ہیں اور اسلامی فقہ' قانون اور تاریخ اسلام کے فاضل ہیں۔ وہ تطوان کے ''معہد مولائے حسن'' (ادارۂ تحقیقات) کے ڈائریکٹر بھی رہے۔ ممتاز دینی جریدے ''لسان الدین'' کے کافی عرصے تک مدیر رہے۔ انہوں نے شمالی افریقہ کی علمی و ادبی اور دینی تاریخ پر تحقیق کی ہے اور اِس موضوع پر اُن کی کتابیں مقبول عام ہیں۔

مراکش کی ایک اور ممتاز علمی اور دینی شخصیت عبدالرحیم غلیمہ کی ہے۔ اسلام اور جدید مغربی سائنسی علوم دونوں پر اُن کی گہری نظر ہے۔ اسلامی فقہ اور تاریخ پر ان کی کئی تحقیقی کتابیں مصر اور مراکش میں شائع ہو چکی ہیں۔ ان کی سب سے مقبول و مشہور کتاب ''الجامعات الاسلامیہ الکبریٰ'' (بڑی بڑی اسلامی یونیورسٹیاں) ہے۔ اپنی تالیف میں انہوں نے اسلام کے دورِ اوّل سے لے کر عہدِ حاضر تک ملّتِ اسلامی کی تعلیمی خدمات کا مفصل جائزہ لیا ہے۔ تطوان کے ادارۂ تحقیقات نے اس کتاب پر مصنف کو ایوارڈ دیا تھا۔

مراکش میں بھی دوسرے مسلم ممالک کی طرح آزادی سے پہلے بھی اور آزادی کے بعد بھی احیائے اسلام کی تحریک جاری ہے' لیکن ایسے ملک میں جہاں ایسی بادشاہت ہو جو مغربی امداد کی مرہون منت ہو' تجدیدی و احیائی تحریک کی کامیابی ابھی انتظار کی حالت میں ہے۔

موریطانیہ میں اسلامی تحریک

مغربی افریقہ میں فرانس سے آزاد ہونے والے ملکوں میں موریطانیہ واحد ملک ہے جس نے اسلامی جمہوریہ (ری پبلک) ہونے کا اعلان کیا ہے۔ ورنہ باقی تمام اسلامی ملکوں میں مذہب و سیاست کو یورپی ملکوں کی طرح الگ کر دیا گیا ہے اور تمام حکومتیں سیکولر ہیں۔ موریطانیہ کا اسلامی جمہوریہ قرار دیا جانا وہاں کے عوام کے دباؤ کا اثر ہے۔ عوامی دباؤ میں برابر اضافہ ہو رہا ہے اور تعلیم یافتہ طبقے کی طرف سے حکومت سے برابر مطالبہ جاری رہتا ہے کہ زندگی کے تمام امور و معاملات میں حکومت اسلامی قانون نافذ کرے۔ جہاں تک عائلی معاملات کا تعلق ہے' وہاں پہلے ہی اسلامی قانون نافذ ہے۔ دیوانی اور فوجداری قوانین میں اسلامی شقیں بڑھائی گئی ہیں۔

موریطانیہ کی تقریباً پوری آبادی مسلمان ہے۔ آبادی تیس لاکھ ہے یعنی لاہور سے بھی کم۔ مساجد کی کثرت ہے۔ لوگ عام طور پر نماز اور روزے کے پابند ہیں۔ دینی مدرسے بھی خاصی تعداد میں موجود ہیں۔ سرکاری زبان عربی ہے۔ موریطانیہ کے مسلمانوں کی دینی حمیت کا اندازہ اس امر سے ہو سکتا ہے کہ 1967ء کی عرب اسرائیل جنگ کے موقع پر موریطانیہ نے امریکا سے سفارتی تعلقات ختم کر لیے تھے۔ رابطۂ عالم اسلامی کے زیر اہتمام دارالحکومت نواکشوت میں مبلغین اور اماموں کی تربیت کے لئے ایک مرکز قائم کیا گیا' جو عمدگی سے کام کر رہا ہے۔

موریطانیہ افریقہ کا آخری ملک ہے جس نے فرانس سے آزادی حاصل کی۔ یہ المغرب العربی کا چوتھا ملک ہے جس پر دنیائے عرب کی مغربی حدود ختم ہو جاتی ہیں۔ موریطانیہ مراکش کے جنوب میں واقع ہے اور پورا کا پورا ملک صحرائے اعظم کا حصہ ہے۔ یہاں کی تہذیب و ثقافت پر مراکش کے اثرات گہرے ہیں' اور سولھویں صدی کے بعد سے یعنی اُس وقت سے جب مراکش کے منصور الذہبی نے مالی پر قبضہ کیا تھا' موریطانیہ پر مراکش کی سیاسی بالادستی عرصۂ دراز تک قائم رہی۔ اس سے قبل مرابطین اور موحدین کے عہد میں بھی یہ خطہ مراکش کی سلطنت کا ایک حصہ تھا۔ انیسویں صدی کے نصف آخر میں جب فرانس نے مغربی افریقہ کے ملکوں پر قبضہ کرنے کی عسکری مہم شروع کی تو موریطانیہ بھی فرانس کی جارحانہ کارروائیوں سے نہ بچ سکا اور فرانس نے آہستہ آہستہ پورے ملک پر (1903ء میں) قبضہ کر لیا۔

موریطانیہ کی تحریک آزادی

جب موریطانیہ میں آزادی کی تحریک چلی تو موریطانیہ کی سیاسی جماعت ''نہضۃ الوطنیہ'' مراکش کے ساتھ الحاق کی حامی تھی' لیکن حکومت فرانس نے اِس جماعت کو خلافِ قانون قرار دے دیا۔ دوسری جماعت ''یونین نیشنل'' جو جنوب کے نیگرو باشندوں کی ترجمانی کرتی تھی' مالی کے ساتھ وفاق بنانے کی حامی تھی۔ اس جماعت نے اکتوبر 1960ء میں ایک دوسری جماعت پی آر ایم سے' جس کی قیادت مختار الدادہ کر رہے تھے' معاہدہ کر کے متحدہ محاذ بنا لیا۔ فرانس کے نئے آئین کے بعد موریطانیہ نے 27 نومبر 1958ء کو اسلامی جمہوریہ بننے کا اعلان کر دیا تھا۔

1959ء میں عام انتخابات ہوئے جن میں حکمران پارٹی نے تمام نشستوں پر قبضہ کر لیا اور محمد مختار الدادہ وزیر اعظم منتخب ہوئے۔ اس کے بعد نئی حکومت نے فرانس سے آزادی کی درخواست کی' جسے منظور کر لیا گیا اور 25 نومبر 1960ء کو موریطانیہ نو آزاد ممالک کی صف میں شامل ہو گیا' لیکن عرب ملکوں میں سوائے تیونس کے' کسی نے موریطانیہ کی آزادی کو تسلیم نہیں کیا۔ عرب ممالک مراکش کے اِس دعوے کے حامی تھے کہ موریطانیہ جداگانہ حیثیت نہیں رکھتا' بلکہ جغرافیائی' تاریخی' نسلی اور لسانی لحاظ سے مراکش کا ایک حصہ ہے۔ یہ اختلاف 1970ء تک جاری رہا۔ اس کے بعد 9 جون 1970ء کو مراکش اور موریطانیہ نے دوستی کے معاہدے پر دستخط کیے اور مراکش نے موریطانیہ کو جداگانہ اور آزاد ملک تسلیم کر لیا اور اپنے دعوے سے دست بردار ہو گیا۔ دونوں ملکوں نے یہ بھی طے کیا کہ دونوں ملکوں کے درمیان جو ہسپانوی صحرا ہے' اسے سپین سے آزاد کرانے میں دونوں ملک تعاون کریں گے۔ مراکش سے اِس تصفیے کے بعد 1973ء میں موریطانیہ کو عرب لیگ اور بعد ازاں او آئی سی کا رکن بنا لیا گیا۔

آزادی سے پہلے موریطانیہ کا صدر مقام سینٹ لوئی تھا جو اب سینیگال میں ہے۔ 1957ء میں دارالحکومت نواکشوت (نواک شوط) منتقل کر دیا۔ آزادی سے پہلے اِس شہر کی آبادی صرف پانچ ہزار تھی' اب دو لاکھ سے زائد ہے۔ (جاری ہے)

[آئندہ قسط میں سیاہ فام باشندوں کی دنیا میں اسلامی تحریکوں کا تعارف پیش ہوگا۔ ان شاءاللہ]

سابق امریکی صدر جمی کارٹر کی کتاب اور یہود کا ہنگامہ

محمد علی صدیقی کے انگریزی روزنامہ "ڈان" میں شائع ہونے والے مضمون "Fuss over The Carter,s Book" کا اردو ترجمہ

مترجم: بریگیڈیئر (ر) غلام مرتضیٰ

امریکہ کے سابق صدر جمی کارٹر، جن کا تعلق ڈیموکریٹ پارٹی سے ہے، اور کیمپ ڈیوڈ معاہدہ ان کے دورِ صدارت کی یادگار ہے، انہوں نے ایک کتاب لکھی ہے۔ جس کا نام "فلسطین۔ نسلی امتیاز نہیں امن" ہے۔ اس کتاب کی بنا پر انہیں یہودیوں کی طرف سے الزام تراشی کا سامنا ہے۔ انہیں (Anti Semitic) یہود مخالف ہونے کا طعنہ دیا جا رہا ہے۔ اس کتاب میں ایسے فقرے موجود ہیں جنہیں بہت ہلکے الفاظ میں یہودی پالیسیوں سے اختلاف کہا جا سکتا ہے۔

اس کتاب کی رونمائی کی تقریب میں خطاب کرتے ہوئے جمی کارٹر نے کہا کہ کانگریس کے کسی امیدوار کے لئے ناممکن ہے کہ وہ یہ بیان جاری کرے کہ "میں اسرائیل اور فلسطین کی متوازن حمایت کا قائل ہوں۔" امریکہ میں رہتے ہوئے یا آپ اسرائیل کے حمایتی ہیں یا آپ اسرائیل کے بہت حمایتی ہیں، کوئی تیسری حیثیت آپ کی نہیں ہو سکتی۔ اگر آپ اسرائیل کے صرف حمایتی ہیں تو آپ کو اس کی بھاری قیمت ادا کرنا پڑے گی۔ آپ کو یہود مخالفت کا طعنہ دیا جائے گا، نظر انداز کیا جائے گا اور آپ کی سیاسی ساکھ کو نقصان پہنچایا جائے گا۔ جمی کارٹر کے لئے یہ قیمت شاید زیادہ نہ ہو کیونکہ وہ اب سود وزیاں کے دور سے گزر چکے ہیں، لیکن کوئی دوسرا اس موقف کے قریب تر ہونے کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔

جس قوم کی دو ہزار سالہ تاریخ میں ظلم و ستم سہنے کے کئی ادوار آئے ہوں، جبکہ وہ قوم نہ صرف خود پسند ہو بلکہ وہ اپنے آپ کو خدا کی پسندیدہ قوم سمجھتی ہو اس کی ذہنی کیفیت کے بارے میں اندازہ لگانا آسان نہیں ہے، لیکن یہ طے ہے کہ کم از کم شکر گزاری کی صفت اس کی فطرت میں نہیں ہو سکتی۔ یہی وجہ ہے کہ صیہونی لابی ایک ایسے شخص کا پیچھا کر رہی ہے جس کا ان کو شکر گزار ہونا چاہئے۔ جس نے مصر کے ساتھ اس کے تعلقات استوار کروادیئے۔ جس سے اسرائیل کو بین الاقوامی سطح پر سیاسی قوت فراہم ہوئی۔ اس کی سیکیورٹی میں اضافہ ہوا، کیونکہ جزیرہ نما سینا سے فوجوں کا انخلاء ہو گیا۔ اس فیصلہ کی بنا پر کسی بھی ہنگامی صورتحال میں اسرائیل کی فوجیں برق رفتاری سے صحرائے سینا کو پار کرتے ہوئے نہر سویز تک پہنچ سکتی ہیں۔

کیمپ ڈیوڈ معاہدہ (1978) کے حوالے سے جمی کارٹر نے انور سادات اور بیگن جیسے دشمنوں سے الگ الگ مذاکرات کئے اور دونوں ملکوں کے مابین ایک پائیدار معاہدہ کروادیا۔ اس کے خلاف کیمپ ڈیوڈ (2000) معاہدہ ہے جس میں کلنٹن اسرائیل کے حمایتی دکھائی دیئے۔

> جمی کارٹر کا کہنا ہے کہ امریکہ میں اسرائیلی حکومت کے غلط اقدامات پر نہ تو تنقید کی جاتی ہے اور نہ ہی ان کا ذکر پریس میں قابلِ اعتراض افعال کے طور پر کیا جاتا ہے۔ لہٰذا امریکی عوام کی اکثریت مقبوضہ فلسطینی علاقوں میں یہودی مظالم سے ناواقف ہے

کیمپ ڈیوڈ کے پہلے معاہدہ میں کارٹر سے ایک کوتاہی ہوئی۔ کارٹر نے بیگن سے مقبوضہ علاقوں میں اسرائیلی بستیوں کے حوالے سے صرف زبانی یقین دہانی حاصل کی کہ وہ منجمد کر دی جائیں گی۔ جس سے بیگن منحرف ہو گیا۔ صدارت کا عہدہ چھوڑنے کے بعد جب انہوں نے اسرائیلی وزیر اعظم بیگن سے ملاقات کی تو اس نے کسی گرم جوشی کا مظاہرہ نہیں کیا۔ ایک نیم تاریک کمرے میں مختصر سی گفتگو ہوئی اور بیگن نے اپنے الفاظ کو کسی قسم کی اہمیت دینے سے انکار کر دیا۔ کارٹر نے اپنی کتاب میں اس ملاقات کے حوالے سے جو تحریر لکھی ہے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ بیگن نے کارٹر کے ساتھ توہین آمیز رویہ اختیار کیا، اور اپنی زبانی یقین دہانی کو ایک بڑبڑاہٹ سے زیادہ اہمیت دینے سے انکار کر دیا۔

کیمپ ڈیوڈ معاہدہ کی تحریر کو تمام عرب لیڈر پوری طرح سمجھنے سے قاصر رہے، جب کہ بیگن کو پورا شعور تھا کہ یہ معاہدہ دراصل ہے کیا۔ اس معاہدہ کو مصر اور اسرائیل کے درمیان ایک عدم جارحیت کا معاہدہ سمجھا گیا۔ جس کے بدلے مصر نے اسرائیل کو تسلیم کر لیا۔ مگر اس کے ساتھ ہی اسرائیل اقوام متحدہ کی قرارداد 242 کا بھی پابند تھا جس کے تحت اسے تمام فلسطینی مقبوضہ علاقوں (غزہ اور مغربی کنارہ) سے اپنی افواج واپس بلانا تھیں اور اس کے بدلے میں عرب اسرائیل ریاست کو تسلیم کرتے۔ بیگن نے یہ علاقے خالی کرنے سے انکار کر دیا اور صرف مصر سے متعلق اپنی ذمہ داریوں کو پورا کیا۔ اس معاہدہ کی رو سے اسرائیل اقوام متحدہ کی قرارداد 242 کا پوری طرح پابند تھا، تمام مقبوضہ علاقوں سے فوج کی واپسی اور فلسطینیوں کے حق خود ارادیت کو تسلیم کرنا تاکہ وہ اپنے مستقبل کا خود فیصلہ کر سکیں، اس معاہدہ کا حصہ تھا۔ صدر کارٹر کا کہنا ہے کہ اس معاہدہ کو بیگن نے مقبوضہ علاقوں میں اپنی پوزیشن کو مستحکم کرنے کے لئے استعمال کیا۔ اگر اس پالیسی کو مزید جاری رکھا جائے تو فلسطینی کسی بھی زمین کے ٹکڑے سے محروم ہو جائیں گے جہاں وہ فلسطینی ریاست کا قیام کا مطالبہ کر سکیں۔

صدر کارٹر نے اس کتاب میں گھر کے بھیدی کا کردار ادا کیا ہے۔ اور اسرائیلی وزرائے اعظم اسحاق شمیر، بینجمن ناتن یاہو، ایرل شیرون کے بیانات سے ثابت کیا ہے کہ وہ اس کے معاملے میں ہرگز سنجیدہ نہیں تھے، نہ ہی مقبوضہ علاقوں کو خالی کرنے کا ارادہ رکھتے تھے اور نہ ہی بائیس فیصد علاقہ فلسطینیوں کو دینے کے حق میں تھے۔

شامیر یہودیوں کو وسیع تر اسرائیل کے علاقہ کا جائز حقدار سمجھتے تھے۔ ناتن یاہو امن کے لئے علاقہ سے دستبردار ہونے کے لئے تیار نہیں تھے اور شیرون اوسلو مذاکرات کو قومی خودکشی گردانتے تھے۔ شیرون مشرقی کنارہ پر بھی اپنا حق سمجھتے تھے۔ کارٹر نے شیرون کا بیان نقل کیا ہے جو میڈیا پر بھی آچکا ہے کہ "ہر اسرائیلی کو جتنا ہو سکے زمین پر قبضہ کر کے اسے مستحکم کر لینا چاہئے تاکہ جو ہم جگہ ہتھیا لیں اس پر اپنا حق ثابت کر سکیں، کیونکہ جس جگہ پر ہمارا قبضہ نہیں ہوگا وہ ہمیں چھوڑنی پڑے گی۔" اسرائیل چاہتا ہے کہ کچھ حصے خالی کر دے اور مسلمانوں اور عیسائیوں کو دیوار بنا کر ایک حصے میں محصور کر دے تاکہ وہ امن سے رہ سکے۔ اس دیوار کو اسرائیل دیوار کا نام بھی نہیں دینا چاہتا کیونکہ اس سے دیوار برلن کا تصور ذہنوں میں آتا ہے جو اسرائیلیوں کو ناپسند ہے بلکہ امریکی یہودی میڈیا اسے separation

barrier کے نام سے پکارتا ہے' وہ چاہتا ہے کہ اِسے صرف پردے سے تعبیر کیا جائے۔ جب کہ کارٹر اسے دیوار زندان کا نام دیتے ہیں' کیونکہ اس کی تعمیر سے مسلمان اور عیسائی حقیقتاً اپنے گھروں میں محصور ہو کر رہ جائیں گے۔

کارٹر امریکہ کی یہودی نواز پالیسی پر بھی تنقید کرتے ہیں کہ وائٹ ہاؤس اور کانگریس ناجائز اسرائیلی حرکات کو تقویت پہنچاتے ہیں۔ صیہونی لابی کا نام لئے بغیر ان کا کہنا ہے کہ اسرائیلی حکومت کے غلط اقدامات پر نہ تو تنقید کی جاتی ہے اور نہ ہی ان کا ذکر پریس میں قابل اعتراض افعال کے طور پر کیا جاتا ہے۔ لہٰذا امریکی عوام کی اکثریت مقبوضہ علاقوں میں یہودی مظالم سے ناواقف ہے۔ کارٹر پر الزامات کی بوچھاڑ ابراہام فاکس مین کی طرف سے کی گئی جو ازالہ عرفی لیگ (Anti Defamation League) کے سربراہ ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ کہنا کہ یہودی میڈیا کو کنٹرول کرتے ہیں ایک یہودی مخالف نعرہ ہے۔ انہوں نے صدر کارٹر کی کتاب کو ایک غیر ذمہ دارانہ فعل اور اسرائیل مخالف حرکت قرار دیا ہے۔ اِس سب کے باوجود جمی کارٹر اس کتاب کی رونمائی میں اپنی بات پر قائم رہے' اور انہوں نے اسرائیلی لابی پر تنقید کی کہ وہ فلسطین کے مسئلہ پر امریکہ میں کھلے مباحثہ میں رکاوٹ ڈال رہے ہیں۔ انہوں نے امریکی اسرائیلی پبلک افیئرز کمیٹی کو بھی تنقید کا نشانہ بنایا کہ اس کا مقصد مشرق وسطیٰ میں امن نہیں' بلکہ یکطرفہ طور پر ہٹ دھرمی کے ساتھ اسرائیل کی پالیسی کو سپورٹ کرنا ہے۔ اپنی کتاب کے عنوان "فلسطین: نسلی امتیاز نہیں' امن کا دفاع کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ انہوں نے لفظ نسلی امتیاز (Apartheid) جان بوجھ کر استعمال کیا ہے۔

کارٹر کی ہمت و جرات کی داد دینا چاہئے۔ ایسے وقت میں جب کہ عراق میں امریکی خون بہہ رہا ہے جس کا سراسر فائدہ اسرائیل کو ہے کم از کم ایک سابق صدر نے صیہونی لابی کے بارے میں سچ بولنے کی جرات کی ہے۔

(بشکریہ انگریزی روزنامہ "ڈان")

افکار معاصر

پاکستان کا آئین

بی بی سی ڈاٹ کام کی رپورٹ سے ماخوذ

بی بی سی ڈاٹ کام کے تبصرے میں کہا گیا ہے کہ پاکستانی آئین کو ٹھوس سے مائع سے گیس میں تبدیل کر کے پھر ٹھوس شکل میں لا سکتے ہیں۔ آپ اسے مداری کا وہ ہیٹ بنا سکتے ہیں جس میں سے خرگوش بھی نکل سکتا ہے' نوٹوں کے ہار برآمد ہو سکتے ہیں۔ شعبدہ باز اس کی راکھ مٹھی میں بند کر کے پھونک مارے تو پھر یہ کتابی شکل میں واپس آ جاتا ہے۔ اس میں سے فال بھی نکل سکتی ہے کہ اگلا وزیر اعظم کون ہو گا' کب تک ہو گا اور کتنا ہو گا؟ اس آئین کو پامال کرنے والا بھی موت کی سزا کا حقدار ہے اور اسی آئین کے تحت اس کے خالق کو بھی سزائے موت دینا ممکن ہے۔ اس دستاویز میں یہ بھی گنجائش ہے کہ عدلیہ سے انتظامیہ کے طور پر کام لیا جا سکے اور یہ بھی گنجائش ہے کہ انتظامیہ عدلیہ کے طور پر کام دکھا دے۔

اس دستاویز کے تحت صدر کے انتخاب کے لیے پارلیمنٹ اور صوبائی اسمبلیاں الیکٹورل کالج بن سکتی ہیں اور کوئی شخص اس الیکٹورل کالج سے بالا بالا ریفرنڈم کے ذریعے بھی صدر بن سکتا ہے۔ یہ آئین کلی یا جزدی طور پر بھی نافذ رہ سکتا ہے اور کلی یا جزدی طور پر معطل ہو کے پھر بحال بھی ہو سکتا ہے۔ اس آئین میں یہ بھی گنجائش ہے کہ چار پانچ محکمے چھوڑ کر باقی محکمے صوبوں کے حوالے کر دیے جائیں اور یہ بھی گنجائش ہے کہ ہنگامی حالات بتا کر صوبوں کے پاس صرف چار پانچ محکمے چھوڑ دیے جائیں۔ کبھی اس آئین کے تحت صدر' وزیر اعظم اور کابینہ پارلیمنٹ کو جوابدہ ہوتے ہیں تو کبھی پارلیمنٹ وزیر اعظم اور کابینہ کے توسط سے صدر کو جوابدہ بن جاتی ہے۔ اس آئین کے تحت وزیر اعظم میں اگر تیڑ ہو تو وہ گتے کا صدر تخلیق کر سکتا ہے' تیڑ نہ ہو تو خود کارڈ بورڈ وزیر اعظم بن جاتا ہے۔ چاہے تو صدر آئین کے تحت پارلیمنٹ کے مشترکہ اجلاس سے سال میں ایک مرتبہ خطاب کا پابند ہے' نہ چاہے تو صدر خطاب نہ کرنے کی آئینی تاویل بھی اسی کتاب سے ڈھونڈ سکتا ہے۔ اس آئین میں یہ بھی درج ہے کہ کوئی شخص بطور صدر کوئی منفعت بخش عہدہ اپنے پاس نہیں رکھ سکتا' لیکن اسی آئین میں یہ گنجائش بھی ہے کہ ایک شخص صدر ہوتے ہوئے مسلح افواج کا تنخواہ دار سربراہ بھی رہ سکتا ہے۔ یعنی جو شخص بحیثیت صدر باس ہے وہی شخصیت بحیثیت چیف آف سٹاف اپنا ہی ماتحت بھی ہو سکتا ہے۔ بطور چیف آف سٹاف یہ شخص وزیر اعظم کو سلوٹ اور بطور صدر کک مارنے کا بھی مجاز ہے۔ آئین میں جو درج تھا' وہ بھی آئینی ہے اور جو بعد میں کسی بھی طریقے سے درج ہو گیا وہ بھی آئینی ہے۔ اور جو آئندہ درج ہو گا' وہ بھی آئینی کہلائے گا۔ یہ ایسی "یوزر فرینڈلی دستاویز" ہے جسے کوئی چاہے تو بطور نوٹ بک یا لاگ بک بھی استعمال کر سکتا ہے۔

اعلان منسوخی تربیت گاہ

رفقائے تنظیم اسلامی مطلع رہیں کہ مرکز تنظیم اسلامی گڑھی شاہو لاہور میں 18 تا 24 مارچ 2007ء کو منعقدہ مبتدی تربیت گاہ منسوخ کر دی گئی ہے۔

المعلن: شعبہ تربیت تنظیم اسلامی

دعائے مغفرت کی اپیل

☆ تنظیم اسلامی خار کے رفقاء نبی محسن' صالح محمد اور خان محمد کی دادی قضائے الٰہی سے انتقال کر گئی ہیں۔

☆ تنظیم اسلامی پشاور کے منفرد رفیق محمد شفیق کی والدہ بقضائے الٰہی وفات پا گئی ہیں۔

اللہ تعالیٰ مرحومات کی مغفرت کرے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ قارئین اور احباب سے بھی دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اللھم اغفرلھما وارحمھما و حاسبھما حسابًا یسیرًا

تبلیغ دین

مسز شبیر

دین اللہ تعالیٰ کے نزدیک اسلام ہی ہے۔ اس کی حفاظت کا ذمہ قرآن مجید کی حفاظت کی صورت میں خود اللہ تعالیٰ نے لیا ہے۔ دوسری طرف نبوت و رسالت کا سلسلہ بھی حضرت محمد عربی ﷺ پر ختم ہو چکا لہٰذا اب اس دین کو آگے پہنچانے کی ذمہ داری آپؐ نے اُمت مسلمہ کے ذمہ لگائی۔ فرمایا:

((بَلِّغُوْا عَنِّیْ وَلَوْ آیَةً))

"میری طرف سے آگے پہنچاؤ چاہے ایک آیت ہی کیوں نہ ہو"۔

ٹیکنالوجی کے اس دور میں جہاں چند لمحوں میں بات پوری دنیا میں پہنچ جاتی ہے آپ حق اور باطل یا خیر اور شر کی معلومات آسانی سے حاصل کر سکتے ہیں۔ برائی جہاں بہت سستے داموں بک رہی ہے' وہاں یہ بات بہت خوش آئند ہے کہ چار پانچ برس پہلے جس بات کو کہنے سے ایک عورت بہت جھجکتی تھی اب وہ بات نسبتاً آسانی سے نوجوان نسل تک بذریعہ کمپیوٹر پہنچائی جا سکتی ہے۔

ایسا محسوس ہوتا ہے کہ شاید مغرب کی عورت کی تقلید کر کے اور اس کے مفاسد کو آزما کر بعض مشرقی مسلمان خواتین اندر سے کسی حد تک یہ بات تسلیم کر چکی ہیں کہ اُن کی عزت و عصمت انہی اقدار کو اپنانے میں مضمر ہے جو اللہ رب العزت نے پیارے دین کی صورت میں محمد عربی ﷺ کے ذریعے مسلمان عورت کو مرحمت فرمائیں۔ ہندو' عیسائی اور یہودی عورت کے برعکس اسلام نے مسلمان عورت کو حق تعلیم اور حق وراثت ہی نہیں بخشا بلکہ ایک ماں کی صورت میں اُس کے قدموں تلے جنت رکھ دی۔ تاہم مجموعی طور پر خواتین مغربی تہذیب سے مرعوب ہیں۔ خاص طور سرکاری حلقوں میں راج انہی خواتین کا ہے جو مغربی تہذیب کی دلدادہ ہیں۔ میڈیا میں بھی ایسی عورتوں کو کوریج دیتا ہے' یہی عورتیں اخباروں اور رسالوں کی زینت بنتی ہیں۔ دیواروں پر اشتہاروں میں آویزاں دکھائی دیتی ہیں۔ مردوں اور عورتوں کی مخلوط میراتھن ریس ہو' مردانہ وضع قطع کے لباس کا رواج ہو' مردوں' عورتوں کی مخلوط محافل ہوں' غیر اسلامی رسومات کا انعقاد ہو ہر جگہ اسلامی معاشرت کے احکام پامال ہو رہے ہیں۔

اِن حالات میں ہمیں ان عورتوں اور خصوصاً ان نوجوان بچیوں کو بچانا ہے جن کے ذہن ابھی ناپختہ ہیں اور اُن کا دینی علم بھی نہ ہونے کے برابر ہے۔ وقت کی یہ اشد ضرورت ہے۔ لیکن یہ کام نہایت صبر اور حکمت و دانش سے کیا جانا چاہیے۔ مقصود رضائے الٰہی اور اعلائے کلمۃ اللہ ہو۔ اللہ تعالیٰ کی مدد حق کے ساتھ ہے' اس کا یقین ہو اور انصار اللہ بننے کا شوق ہو اور یاد رکھیں یہ کام قرآن فہمی کے بغیر مشکل ہے۔ کیونکہ پیارے نبیؐ نے خطبہ حجۃ الوداع میں جب یہ فرض اُمت مسلمہ کو سونپا تو ساتھ ہی فرمایا کہ گمراہی سے بچنے کے لئے دو ہتھیار ہیں یعنی "کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ" ان دونوں سے ہٹ کر کوئی کام حق نہیں' چاہے اس کی کوئی بھی شکل ہو۔

> بہنو! آپ کے پاس دین کا جتنا بھی علم ہے' شعور کی جتنی بھی روشنی ہے' اُس سے دوسروں کو بہرہ ور کیجئے' یاد رکھئے! اگر آپ کے اس عمل سے ایک بچی یا ایک عورت بھی راہِ راست پر آ گئی تو سمجھیں ایک قوم سنور گئی

جن بہنوں کو ناظرہ قرآن مجید تجوید کے ساتھ آتا ہے ان کا پہلا حق ہے کہ وہ ان کو ناظرہ پڑھائیں جنہیں تجوید سے قرآن مجید پڑھنا نہیں آتا۔ کیونکہ اس کا اپنی جگہ بہت ثواب ہے۔ پھر جن کا ناظرہ ٹھیک ہو ان کو وہ بہنیں جن کو ترجمۂ قرآن آتا ہے ترجمہ پڑھائیں' کیونکہ اصل مقصد عمل کرنا ہے جو بغیر قرآن سیکھے کیسے ہو سکتا ہے۔ پھر اگلے مرحلے میں ترجمہ کے ساتھ ساتھ کسی مستند تفسیر سے آیاتِ قرآنی کے مطالب و مقاصد سمجھاتے جائیں۔

اگرچہ یہ کام دینی حلقوں میں ہو بھی رہا ہے' لیکن بہت آہستہ ہے۔ اس پر زیادہ سے زیادہ توجہ دے کر اپنی اور دوسری مسلمان بہنوں کی عملی زندگیاں اسلام کے مطابق بنانا ہوں گی۔ یہی واحد راستہ اور پہلی سیڑھی ہے عمل کی۔

یاد رکھیں! اگر آپ کے اس عمل سے ایک بچی یا ایک عورت بھی راہِ راست پر آ گئی تو سمجھیں ایک قوم سنور گئی۔

نبی اکرم ﷺ نے حضرت علیؓ سے فرمایا کہ: اے علیؓ! آپ کی تبلیغ سے اگر ایک شخص بھی راہِ راست پر آ گیا تو سرخ اونٹوں سے بڑھ کر ہے۔

میں سمجھتی ہوں کہ جس بہن کے پاس اللہ کا دیا ہوا جتنا علم ہے اور ابلاغ کا جو بھی آسان طریقہ میسر ہے' وہ اسے اختیار کرے اور شیطان کے ہر راستے میں اپنی طرف سے ایک رکاوٹ ضرور کھڑی کر دے چاہے وہ بظاہر کتنی ہی چھوٹی کیوں نہ ہو ("کسی نیکی کو چھوٹا سمجھ کر نہ چھوڑو اور کسی برائی کو چھوٹا سمجھ کر نہ اپناؤ" کا قول یاد رکھیں) کیونکہ کلمۂ حق کے ذریعے شیطان کے رستے میں رکھی گئی یہ چھوٹی چھوٹی اینٹیں ان شاء اللہ ایک دن "بُنیان مرصوص" بنیں گی۔ آپ کی طرف سے سلگائی ہوئی ایک چنگاری آہستہ آہستہ سلگتے سلگتے جنگل کی آگ بن کر باطل کو بھسم کر دے گی اور آپ کی طرف سے نہی عن المنکر کا ڈالا ہوا ایک بیج نفاذِ اسلام کے گلشن کا لہلہاتا ہوا تناور درخت بنے گا۔ آپ کی ایک ایک بچے کی صحیح نہج پر کی ہوئی تربیت فوجِ محمدی ﷺ کو ایک ایسا دستہ فراہم کرے گی جو باطل کا بھیجا نکال کر رکھ دے گی۔ ان شاء اللہ!

وقتی طور پر باطل بہت طاقتور نظر آتا ہے' ہمیں باطل کی جھاگ سے نہیں ڈرنا۔ جب حق ڈٹ جائے تو یہ جھاگ فوراً بیٹھ جاتی ہے۔ ہمیں آخری سانس تک اللہ کے دین کے نفاذ کے لیے کوشش کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

ضرورت رشتہ

☆ لاہور کی رہائشی' دینی تحریکی مزاج کی حامل خاتون (مطلقہ مع ایک بچہ) عمر 32 سال' تدریس کے پیشہ سے وابستہ کے لئے لاہور اور ملحقہ اضلاع سے دینی تحریکی مزاج کے حامل تعلیمیافتہ لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: 0301-4576107

(بوقت مغرب تا عشاء)

دو تباہ کن آپشنز

محمد سلیم صافی

پاکستان ہی افغانستان میں تمام خرابیوں کی جڑ ہے' یہ سبق افغان حکومت کے بعض عہدیدار امریکہ اور مغرب کو پڑھانے کی کوشش کر رہے تھے' لیکن امریکہ اور اس کے اتحادی اس موقف سے متفق نہ تھے۔ وہ پاکستان کو دہشت گردی کے خلاف جنگ میں فرنٹ لائن اتحادی اور جنرل پرویز مشرف کو قابل اعتماد دوست قرار دیتے رہے۔ گاہے بگاہے مغربی میڈیا پاکستان کے کردار کے حوالے سے سوالات ضرور اٹھاتا رہا یا پھر بعض مغربی حکام تحفظات کا اظہار کرتے رہے لیکن پھر پاکستان کی صفائیوں اور یقین دہانیوں کا یقین کر لیا جاتا تھا۔ ابتدا میں جب افغانستان کے اندر حالات کنٹرول ہوتے نظر آ رہے تھے تو نسبتاً خاموشی تھی اور ہر کوئی کریڈٹ لینے کے چکر میں تھا۔ تب امریکی صدر اپنے آپ کو مسیحا ثابت کر رہے تھے' تو حامد کرزئی صاحب اپنی موچھوں کو تاؤ دے رہے تھے' لیکن اب جب کہ افغانستان میں حالات روز بروز خراب ہوتے جا رہے ہیں تو سب اپنے آپ کو بری الذمہ قرار دینے میں مگن ہیں۔ افغان حکومت ہو کہ امریکی انتظامیہ' سب کو قربانی کے بکرے کی تلاش ہے اور شاید پاکستان کو قربانی کا بکرا بنانے پر اتفاق ہو چکا ہے۔

ہر کوئی جانتا ہے کہ افغانستان میں حالات کی خرابی کے ذمہ دار خود امریکی ہیں' لیکن طاقت کے نشے میں مست امریکہ جیسی سپر پاور نے نہ تو ماضی میں اپنی غلطی کا اعتراف کیا ہے اور نہ ہی اب بھی کرے گی۔ افغانستان میں امریکہ اور اتحادی افواج کی گرفت عراق کے خلاف کارروائی اور ان کی اپنی دیگر حماقتوں کے نتیجے میں ڈھیلی پڑ گئی ہے' لیکن ظاہر ہے وہ کبھی بھی حالات کی خرابی کے ذمہ دار اپنے آپ کو قرار نہیں دیں گے۔ وہ حامد کرزئی کی حکومت کو بھی ناکام قرار نہیں دے سکتے' کیونکہ ان کے اپنے عوام تک ہر کوئی جانتا ہے کہ کرزئی حکومت امریکہ کی زیردست ہے۔ اسی لئے یوں دکھائی دیتا ہے کہ اجتماعی طور پر پاکستان کو قربانی کا بکرا بنانے کا فیصلہ ہو چکا ہے۔ افغان صدر حامد کرزئی ایک عرصہ سے مغربی دنیا کو سبق پڑھاتے رہے ہیں کہ افغانستان کے حالات تب تک کنٹرول نہیں ہو سکتے جب تک کہ دہشت گردی کے منبعوں کو ختم نہیں کیا جاتا اور ان کے بقول یہ منبعے پاکستان میں ہیں۔ میں چند ماہ قبل قندھار میں کرزئی صاحب کے اس خطاب کو اپنے کانوں سے سن چکا ہوں جس میں وہ امریکہ اور اس کے اتحادیوں سے کہتے رہے کہ انہوں نے اگر دہشت گردوں کے خلاف کارروائی کرنی ہے تو وہ سرحد کے اس پار یعنی پاکستان میں بمباری کریں۔ ماضی میں تو حامد کرزئی کے اس طرح کے ارشادات کو درخوراعتناء نہیں سمجھا گیا لیکن لگتا ہے کہ اب امریکہ اور اس کے اتحادی بھی نہ صرف حامد کرزئی کی اس رائے سے اتفاق کر چکے ہیں بلکہ خود بھی اس رائے کو پھیلا رہے ہیں۔ اب امریکی اور برطانوی حکام اپنے میڈیا کو باور کرا رہے ہیں کہ خودکش حملہ آوروں اور بقول ان کے دہشت گردی کے منبعے پاکستان کی طرف واقع ہیں۔

پاکستان کو قربانی کا بکرا بنانے کا فیصلہ ہو چکا ہے' اس بات کا اندازہ ان دنوں مغربی میڈیا میں تسلسل کے ساتھ شائع

> کہا جاتا ہے کہ اب کے بار امریکیوں نے صرف دو آپشن ہمارے سامنے رکھے ہیں۔ خود کارروائی کرو یا پھر ہمیں کارروائی کرنے دو اور بس۔ تیسرا آپشن اور اگر مگر سننے کے اب وہ روادار نہیں اور ظاہر ہے' ہمارے حساب سے مذکورہ دونوں آپشن تباہ کن ہیں

ہونے والی رپورٹوں سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے۔ امریکہ کے مشہور اخبار نیویارک ٹائمز کے چند روز قبل امریکی حکام کے حوالے سے ایک رپورٹ شائع کی جس میں دعویٰ کیا گیا تھا کہ شمالی وزیرستان میں القاعدہ نے اپنا مرکز قائم کر لیا ہے' جس میں عرب' افغانی اور پاکستانی خودکش حملوں کی تربیت لے رہے ہیں۔ اس رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ امریکہ کے کاؤنٹر ٹیررازم کے انچارج Fragos Townsend نے افغانستان کے دورے کے بعد حالات کو سنگین قرار دیا ہے اور پینٹاگون کا ایک طبقہ پاکستانی علاقوں میں از خود کارروائی کرنے کے لئے زور ڈال رہا ہے۔ رپورٹ کے مطابق بش انتظامیہ غور و خوض میں لگی ہوئی ہے کہ بقول نیویارک ٹائمز کے القاعدہ کے گڑھ پاکستان سے کیسے نمٹا جائے۔ رپورٹ میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ امریکی حکام اور تجزیہ کاروں کو شک ہے کہ پاکستانی اسٹیبلشمنٹ کے بعض افراد اب بھی طالبان کو سپورٹ کر رہے ہیں۔ اسی رپورٹ میں اسامہ بن لادن اور ایمن الظواہری کے حوالے سے کہا گیا ہے کہ سال 2006ء کے دوران انہوں نے ماضی کے مقابلے میں زیادہ یعنی اکیس بیانات اور پیغامات جاری کروائے جس سے نیویارک ٹائمز کے بقول یہ ثابت ہوتا ہے کہ اب وہ نسبتاً زیادہ محفوظ علاقے میں ہیں۔

نیویارک ٹائمز کی مذکورہ رپورٹ امریکی نائب صدر ڈک چینی کے پراسرار دورۂ پاکستان سے چند روز قبل شائع ہوئی تھی۔ جس روز وہ پاکستان کا اچانک اور غیر متوقع دورہ کر رہے تھے' اسی دن اسی نیویارک ٹائمز میں ایک اور خبر شائع ہوئی' جس میں کہا گیا تھا کہ ڈک چینی صدر مشرف کے لئے صدر بش کی طرف سے ایک سخت پیغام لے کر گئے ہیں۔ پھر یہ بات بھی سامنے آ گئی کہ ڈک چینی اپنے ساتھ امریکی انٹیلی جنس کے ایک اعلیٰ افسر کو بھی اسلام آباد لائے تھے' جنہوں نے صدر مشرف کو وزیرستان میں خودکش حملہ آوروں کی ٹریننگ کیمپوں کی موجودگی کے شواہد بھی مہیا کئے۔

آثار و قرائن بتا اور باخبر لوگ تصدیق کر رہے ہیں کہ امریکی نائب صدر یہ پیغام دینے آئے تھے کہ قبائلی علاقوں میں حکومت پاکستان خود کارروائی کرے ورنہ اتحادی افواج کو کارروائی کی اجازت دے۔ کہا جاتا ہے کہ اب کے بار امریکیوں نے صرف دو آپشن ہمارے سامنے رکھے ہیں۔ خود کارروائی کرو یا پھر ہمیں کارروائی کرنے دو اور بس۔ تیسرا آپشن اور اگر مگر سننے کے اب وہ روادار نہیں اور ظاہر ہے' ہمارے حساب سے مذکورہ دونوں آپشن تباہ کن ہیں۔ حکومت پاکستان وزیرستان میں ہونے والے معاہدوں کو توڑتی اور خود بمباری کرتی ہے تو بھی مصیبت' اور اگر امریکیوں کو کارروائی کرنے کی اجازت دیتی ہے تو بھی مصیبت۔ خود فوجی کارروائی کرنا تباہ کن ہے تو امریکیوں کو کارروائی کی اجازت دینا رسوا کن ہے۔ خود کارروائی کرنے کی صورت میں اپنے لوگوں کے ہاتھوں اپنے فوجی یا پھر اپنی فوج کے ہاتھوں اپنے لوگ مریں گے اور آگ کے شعلے ملک کے باقی حصوں تک پھیلیں گے تو امریکیوں کو کارروائی کی اجازت دینے کی صورت میں نہ صرف بے گناہ قبائلی قتل ہوں گے بلکہ قومی اور ملی غیرت کا جنازہ بھی نکلے گا۔ امریکیوں نے دو آپشن سامنے رکھے اور تیسرے آپشن پر غور کرنے کو تیار نہیں لیکن تباہی سے بچنے کا واحد راستہ شاید تیسرا آپشن ہے۔ کاش ہماری حکومت امریکہ اور اس کے اتحادیوں کو اس تیسرے آپشن پر آمادہ کر لے۔

(بشکریہ روزنامہ "جناح")

☆ قرآن مجید کی موجودہ ترتیب کے ترتیب نزولی سے مختلف ہونے کی کیا وجہ ہے؟

☆ انبیائے کرام علیہم السلام کی زندگی پر مبنی فلمیں دیکھنا کیسا ہے؟

☆ نمازِ جمعہ کی ادائیگی کی شرائط کیا ہیں؟ ☆ کیا بچے کو گود میں اُٹھائے ہوئے نماز پڑھی جاسکتی ہے؟

قارئین ندائے خلافت کے سوالات کے قرآن و سنت کی روشنی میں جوابات

س: کسی عورت نے کوئی ایسا نیکلس پہنا ہو جس پر اللہ کا نام یا قرآنی آیت کندہ ہو' یا مرد ایسی انگوٹھی وغیرہ پہنے ہو تو باتھ روم میں جانے کی صورت میں کیا کرنا چاہیے؟ (مرتضیٰ احمد)

ج: اکثر علمائے کرام کا کہنا ہے کہ اگر کوئی شخص ایسا زیور یا انگوٹھی پہنے ہو تو بہتر ہے کہ باتھ روم میں جانے سے قبل اُسے اتار دے۔ اگر ایسا ممکن نہ ہو تو زیور وغیرہ کو باتھ روم میں داخلے کے وقت کپڑے' چادر یا دوپٹے سے ڈھانپ لے۔ اللہ کے نام یا قرآنی آیت والی انگوٹھی کو اس طرح پلٹ لینا چاہیے کہ اس کا رخ ہتھیلی کی طرف ہو جائے اور اسے مٹھی میں بند کر لیا جائے۔ البتہ یہ احتیاط ضروری ہے کہ ایسا کوئی زیور یا انگوٹھی باتھ روم میں گرنے نہ پائے' یہ سخت بے ادبی ہے۔

س: قرآن کریم کی آیات کی موجودہ ترتیب اس ترتیب سے مختلف ہے' جس ترتیب سے یہ آیات نازل ہوئی تھیں۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ (علی رضا)

ج: قرآن کریم کی ترتیب نزولی اس ترتیب سے مختلف تھی جس ترتیب میں یہ مصحف میں ہمارے پاس موجود ہے۔ اس کی متعدد وجوہات ہو سکتی ہیں' لیکن سب سے نمایاں وجہ یہ ہے کہ قرآن کا نزول نبی اکرم ﷺ پر رفتہ رفتہ اُن حالات اور مراحل کے دوران ہوا جو آپؐ کو اللہ کے دین کی دعوت اور اقامت کی جدوجہد میں پیش آئے۔ اس جدوجہد کی مناسبت سے اللہ تعالیٰ نے مرحلہ وار وہ آیات نازل فرمائیں جو اُن حالات کی نسبت سے آپؐ اور آپؐ کے صحابہؓ کے لیے انتہائی قیمتی تعلیمات اور ہدایات پر مشتمل ہوتی تھیں۔ اس سے گویا اسلامی تحریک کے لیے قرآنی تعلیمات پر مشتمل وہ کلیدی ہدایات میسر ہوتی چلی گئیں جو تا قیامت دعوت و اقامت دین کے لیے اٹھنے والی تحریکات کے لئے چشمۂ ہدایت ہیں۔ لیکن چونکہ نزولی ترتیب' ترتیب مصحف سے مختلف تھی' اس لیے حضرت جبرائیلؑ نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے نبی کریم ﷺ کو یہ بھی بتایا کہ ان آیات کو فلاں آیات سے پہلے یا بعد میں رکھا جانا ہے۔ کوئی بھی آیت بعد میں آنے والوں کی صوابدید پر نہیں چھوڑی گئی۔ اللہ تعالیٰ کی کتاب اسی ترتیب کے مطابق ہے' جس کو اللہ نے پسند فرمایا۔ سورتوں کی ترتیب میں بھی یہی اصول کارفرما رہا ہے۔ حضرت جبرئیلؑ نے نبی اکرم ﷺ سے دو مرتبہ قرآنِ حکیم کا دور اسی ترتیب کے ساتھ مکمل فرمایا' جس ترتیب سے قرآن کریم آج ہمارے سامنے موجود ہے۔ نبی اکرم ﷺ کے دور میں قرآن حکیم اسی ترتیب کے ساتھ حفاظ صحابہ کرامؓ کے سینوں میں محفوظ تھا۔ آپؐ کے وصال کے بعد خلیفہ اوّل حضرت ابوبکر صدیقؓ کے حکم پر قرآن کے نسخے مرتب کرنے کا کام شروع ہوا۔ قرآن حکیم کی حفاظت کا ذمہ اللہ نے خود لیا ہے' اس لیے قرآن حکیم میں کسی قسم کی تبدیلی نہ آئی ہے' نہ قیامت تک آئے گی۔

س: انبیائے کرام علیہم السلام کی زندگیوں پر مبنی فلمیں دیکھنا کیسا ہے؟ کیا ان فلموں کو دیکھنے والا گناہ گار ہوگا؟ (محمد قاسم)

ج: مقدس شخصیات مثلاً انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام یا صحابہ کرامؓ کی فلمیں بنانا جائز نہیں ہے۔ عموماً دیکھنے میں آیا ہے کہ غیر مسلم اداکار' کسی نبیؑ یا صحابیؓ کا کردار ادا کر رہے ہوتے ہیں' جو کہ ناجائز ہے۔ ایسی فلموں کا دیکھنا بھی بعض علماء کے نزدیک ناجائز ہوگا' کیونکہ ان فلموں کو دیکھ کر ان مقدس ہستیوں کی ایک خاص شکل اور تصویر ذہن میں بیٹھ جاتی ہے اور ہم ذہن میں موجود اس شخص کو نبی یا صحابی خیال کرنا شروع کر دیتے ہیں' حالانکہ وہ نبی یا صحابی نہیں ہوتا' بلکہ بعض اوقات وہی اداکار کسی دوسری فلم میں انتہائی ناشائستہ حرکات کرتا بھی نظر آ جاتا ہے جس سے انبیاءؑ اور صحابہؓ کی شخصیت کا تقدس پامال ہوتا ہے۔ ہاں' اگر اسلامی تاریخ پر ایسی فلمیں بنائی جائیں جو کہ بامقصد ہوں اور اُن میں متذکرہ بالا قباحت نہ ہو اور عورت کا کردار بھی نہ ہو' تو ان کا بنانا بعض علماء کے نزدیک جائز ہے۔

س: کیا بستر میں لیٹے ہوئے بے وضو حالت میں قرآن کو چھوئے بغیر قرآن پاک کی تلاوت یا اللہ تبارک وتعالیٰ کی تسبیح اور حمد وثنا کرنا درست ہے؟ (عدنان احمد)

ج: ایسا کرنا جائز ہے۔ بخاری کی ایک روایت ہے کہ آپؐ ہر حال میں اللہ کا ذکر کرتے تھے۔

س: میں نے حرم شریف میں بعض لوگوں کو دیکھا ہے کہ وہ اپنے بچوں کو گود میں اٹھائے رکھتے ہیں اور نماز باجماعت میں شریک ہو جاتے ہیں۔ جب وہ سجدہ کرنے کے لئے جھکتے ہیں تو بچے کو نیچے اتار لیتے ہیں اور جب سجدے سے کھڑے ہوتے ہیں تو بچے کو دوبارہ اٹھا لیتے ہیں۔ کیا یہ درست ہے؟ (رحمت علی)

ج: احناف کے نزدیک یہ عمل کثیر ہے' اور عمل کثیر نماز میں ناجائز ہے۔ البتہ صحیح بخاری کی ایک روایت ہے کہ آپؐ امامۃ بنت زینب کو اٹھا کر نماز پڑھ لیا کرتے تھے اور جب سجدہ کرتے تو اس کو اتار کر رکھ دیتے اور جب سجدہ سے اٹھتے تو دوبارہ اٹھا لیتے تھے۔ اس حدیث کی بنیاد پر اکثر محدثین نے نماز میں اس عمل کو جائز قرار دیا ہے۔

س: نماز جمعہ کی ادائیگی کی کیا شرائط ہیں۔ یعنی کس مسجد میں جمعہ ہو سکتا ہے اور کس مسجد میں نہیں؟ (شوکت علی)

ج: جو شرائط نماز کی شرائط ہیں وہ تمام نماز جمعہ کی بھی ہیں' امام ابوحنیفہؒ نماز جمعہ کی ادائیگی کے لئے شہر کی جامع مسجد اور سلطان کی موجودگی کی شرط لگاتے ہیں۔ اِسی بنا پر احناف دیہات میں جمعہ کے قائل نہیں ہیں۔ جبکہ جمہور علماء جمعہ کی ادائیگی کے لیے جامع مسجد یا سلطان کی شرط نہیں لگاتے' بلکہ ان کے نزدیک دیہات میں بھی جمعہ ہو جاتا ہے۔ موجودہ حالات میں اسی پر تقریباً تمام مسالک کا عمل ہے۔

س: اگر دوران نماز وضو ٹوٹ جائے تو کیا پوری نماز لوٹانا ہوگی۔ براہ کرم ایسی صورت میں تفصیل سے نماز کی ادائیگی کا طریقہ بتائیں۔ (وسیم عباس)

ج: ہاں دوبارہ وضو کر کے پوری نماز لوٹانا ہوگی' مثلاً اگر کسی شخص نے سنن ادا کر لی ہیں اور فرائض کے دوران اس کا وضو ٹوٹ جاتا ہے تو اسے صرف فرائض ادا کرنے ہوں گے سنن ادا کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ لیکن فرائض کی اگر دو رکعت ادا کر لی تھیں اور وضو ٹوٹ گیا تو اب دوبارہ وضو کر کے شروع سے فرض نماز کی چار رکعت ادا کرنی ہوں گی۔

کالم ''تفہیم المسائل'' میں سوالات بذریعہ ڈاک یا ای میل ایڈریس media@tanzeem.org پر بھیجے جا سکتے ہیں۔

تنظیم اسلامی نیو ملتان کے زیر اہتمام شب بیداری پروگرام

16 فروری 2007ء بروز ہفتہ جامع مسجد الھدیٰ شاہ رکن عالم کالونی ایف بلاک میں شب بیداری کا پروگرام ہوا۔ نماز مغرب کے بعد انجینئر محمد عطاء اللہ نے سورۃ العصر کی روشنی میں ''راہِ نجات'' پر تفصیلی درس دیا۔ بعد نماز عشاء حافظ مجاہد امین نے ''نہی عن المنکر بالید'' کے بارے میں درس حدیث دیا' جس میں انبیاء کے وارثین میں ناخلف جانشین کے کردار کو نمایاں کیا گیا۔ ایسے ناخلف جانشین وہ کام کرتے جس کا انہیں حکم نہیں دیا گیا ہوتا اور کہتے وہ جو وہ کرتے نہیں تھے۔ حدیث میں ایسے ناخلف لوگوں سے جہاد کرنا ایمان کی نشانی قرار دیا گیا۔

درس حدیث کے بعد سیرت اہل بیت سے حضرت فاطمہ ؓ خاتون جنت' جگر گوشہ رسول ﷺ کی زندگی کے چند اہم واقعات پڑھ کر سنائے گئے۔ جن کو سن کر سامعین کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ حضرت فاطمہ ؓ کے صبر و رضا' زہد و قناعت کے واقعات سے ایمان میں حرارت پیدا ہوئی اور جذبہ تشکر و عمل پیدا ہوا۔

اس کے بعد بانی' تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد کا درس سورۃ الفاتحہ بذریعہ ویڈیو سامعین کو سنایا گیا۔ جس میں بانی محترم نے ''غیر المغضوب علیھم ولا الضالین'' پر تفصیلی بحث کی۔ آپ نے یہود اور امت مسلمہ کی تاریخ کا موازنہ پیش کیا۔ اور دونوں امتوں کے عروج و زوال کا تقابلی انداز میں تذکرہ کیا۔ آپ نے فرمایا کہ آج امت مسلمہ عالمی استعمار کے شکنجے میں آ چکی ہے' خاص طور پر مالیاتی استعمار کا عذاب امت پر مسلط ہے۔ ہم نے غیر مسلم اقوام سے آزادی کے بعد دین اسلام کو بالفعل اپنے ملکوں میں نافذ نہیں کیا جس کی پاداش میں عذاب الٰہی میں گرفتار ہیں۔ ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ ''ولا الضالین'' سے مراد تلاش حقیقت میں سرگرداں بھی ہے اور نیک نیتی سے غلو فی الدین اور محبت کی وجہ سے راہ ہدایت سے بھٹک جانا بھی ہے۔ اس کے بعد آپ نے حدیث قدسی کا ذکر کیا' جس میں سورۃ الفاتحہ کی عظمت اور مقام کا تذکرہ ہے۔ (مرتب: شوکت حسین)

کاروباری اور ملازمت پیشہ افراد کے لیے

بنیادی دینی علوم سے آگاہی کا موقع

الحمدللہ' مرکزی انجمن خدام القرآن کے شعبہ تدریس کے زیر اہتمام

فہمِ دین کورس

کا 12 مارچ 2007ء سے آغاز ہو رہا ہے (ان شاء اللہ)

مضامین: ☆ ابتدائی عربی گرائمر ☆ تجوید و قراءت (ناظرہ قرآن مجید)
☆ نماز و ادعیہ ماثورہ کا ترجمہ و حفظ ☆ ترجمہ قرآن مجید
☆ دین کے بنیادی موضوعات پر لیکچر

دورانیہ: 3 ماہ...... **اوقات تدریس:** مغرب تا عشاء

داخلے کے خواہش مند حضرات

قرآن اکیڈمی 36 کے' ماڈل ٹاؤن' لاہور

کے استقبالیہ سے داخلہ فارم حاصل کر کے وہیں جمع کرا دیں

فون: 3-5869501' ای میل: irts@tanzeem.org

حدیث دل

مسجد کے امام صاحب

ذیشان دانش خان

مسجد کے مولوی صاحب! جی ہاں' مسجد کے مولوی سے مراد مسجد کے امام اور پیشوا ہیں۔ وہ جب بھی مسجد کی انتظامیہ یا محلے کے ''بااثر'' لوگوں سے بات کرتے ہیں تو پہلے ان کی آنکھوں میں جھانکتے ہیں کہ صاحب کا موڈ کیسا ہے' کہیں وہ مجھے اور میری بات کو نظر انداز تو نہیں کر دیں گے' یا کوئی ایسا جملہ تو نہیں کہہ دیں گے جس سے میری رہی سہی عزت بھی خاک میں مل جائے۔ میں جب بھی مسجد کے مولوی صاحب کو اس عجیب و غریب کشمکش کی حالت میں دیکھتا ہوں تو میرا جی چاہتا ہے کہ میں اُسے گلے سے لگالوں اور اُسے تھپکی دوں۔ آپ ہمت سے کام لیجئے' آپ تو اس مسجد کے امام ہیں' آپ کے پیچھے اتنے نمازی' نماز پڑھتے ہیں' آپ کو زیبا نہیں کہ ان لوگوں سے خوف زدہ ہوں۔ آپ کا ایک مقام و مرتبہ ہے۔ آپ نے اپنی پوری زندگی مسجد کی خدمت کے لئے وقف کر رکھی ہے۔ بہر حال یہ تو تسلی کے الفاظ ہیں' لیکن صورت حال اس کے برعکس ہے۔ مثلاً ایک مسجد میں نماز تراویح کے دوران ساؤنڈ سسٹم میں خرابی کی بنا پر امام مسجد کو ڈانٹ پلا دی گئی۔ یہ تو ایک چھوٹی سی مثال ہے' پتہ نہیں صبح و شام ایسے کتنے تیر مسجد کمیٹی کی کمان سے نکلتے ہوں گے اور مسجد کے مولوی صاحب کے دل میں پیوست ہو جاتے ہوں گے۔

افسوس کی بات ہے کہ لوگوں کی نگاہ میں مسجد کے امام کی حیثیت ایک معمولی کلرک جتنی بھی نہیں' موذن کا تو پوچھیے مت۔ ہر کوئی اس کی جیسے چاہے کھچائی کر دیتا ہے۔ میں اکثر سوچتا ہوں کہ قصور وار کون ہے؟ مسجد کے مولوی صاحب ایک فارغ التحصیل عالم دین ہوتے ہیں' ہم انہیں اُن کا مقام کیوں نہیں دیتے۔ اُن کا احترام بہر حال ضروری ہے۔ مسجد کے مولوی صاحب کو بھی چاہیے کہ وہ سنت نبوی ﷺ پر عمل پیرا ہوتے ہوئے ہر حال میں حق کا ساتھ دیں اور یہ بات ہمیشہ پیش نظر رکھیں کہ رازق تو اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ اگر وہ امامت جیسے عہدے کے شایان شان اللہ کا تقویٰ اختیار کریں تو کوئی وجہ نہیں کہ وہ اپنے اصل مقام و مرتبے تک نہ پہنچ جائیں۔

پہلے وقتوں کی بات ہے کہ مولوی ہونا ایک قابل فخر بات سمجھی جاتی تھی اور مسجد کا امام بننا ایک قابل احترام منصب تھا۔ لیکن افسوس کہ آج مولوی کے لئے کما حقہ احترام کا جذبہ باقی نہیں رہا۔ سکولوں' کالجوں' یونیورسٹیوں اور دفتروں میں ہر داڑھی والے شخص کا مذاق اڑایا جاتا ہے۔ کسی داڑھی والے سے کوئی غلطی سرزد ہو جائے تو اسے مولوی ہونے کا طعنہ دیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے ''تو وی نرا مولوی ہے۔'' یا ''مولوی ہوندے ہی ایہو جئے نیں'' ٹی وی ڈراموں' فلموں اور رسالوں میں مولوی کے کردار کو ایسا پیش کیا جاتا ہے کہ ہماری نئی نسلیں ایسے ڈراؤنے اور گھناؤنے کردار کو کبھی نہ اپنائیں۔

ہر داڑھی والے شخص سے میری التجا ہے کہ وہ معاشرے میں ایسا کردار ادا کرے جو دوسرے لوگوں کے لئے نمونہ ہو۔ وہ دین پر استقامت دکھائے۔ اگرچہ یہ بہت کٹھن اور دشوار کام ہے' لیکن حضور ﷺ کے قول کے مطابق اس دور میں ایک سنت کو زندہ کرنے کا ثواب سو شہیدوں سے زیادہ ہے۔ لہٰذا اس ثواب کو حاصل کرنے کے لئے تلواروں سے زیادہ گہرے زخم سہنا ہوں گے۔

دعائے صحت کی اپیل

☆ حلقہ سندھ زیریں کے معتمد جناب محمد سمیع کی بائیں آنکھ کا آپریشن ہوا ہے۔

☆ امیر تنظیم اسلامی کراچی جنوبی جناب عبداللطیف عقیلی کی پسلی میں چوٹ آئی ہے۔

قارئین ندائے خلافت اور رفقاء و احباب سے دعائے صحت کی درخواست ہے۔

ایرانی صدر کا دورۂ سعودی عرب: ایران کے صدر احمدی نژاد کا دورۂ سعودی عرب تاریخی ثابت ہوسکتا ہے۔ یہ کئی لحاظ سے اہمیت کا حامل ہے۔ ایک تو شیعہ سنی اختلافات کم ہونے میں مدد ملے گی' جس سے صیہونی اور مغربی فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ دوسرے مسئلہ فلسطین کے سلسلے میں اتحادِ اسلامی جنم لے گا۔ ایران اور سعودی عرب مشرق وسطیٰ کی دو بڑی طاقتیں ہیں اور ان کے قریب آنے سے یقیناً خطے کے بگڑے ماحول میں بہتری آئے گی۔ یہ شاہ عبداللہ کی دور اندیشی ہے کہ انہوں نے قریبی ساتھی' امریکا کی مخالفت مول لے کر ایرانی صدر کو اپنے ہاں بلالیا۔ ہماری دعا ہے کہ دونوں اسلامی ممالک کی دوستی برگ و بار لائے اور مجموعی طور پر اُمتِ مسلمہ کے لیے ترقی کا پیغام بن جائے۔

عورت کو جج نہیں بننا چاہیے: مصر کے ایک سینئر جج یحیٰی راغب نے قرار دیا ہے کہ خواتین کو جج نہیں بننا چاہیے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ دوران کار عورت کو تنہا اپنے چیمبر میں ایک یا دو مردوں کے ساتھ بیٹھنا پڑتا ہے اور یہ امر ایک مسلم خاتون کو زیب نہیں دیتا۔ یاد رہے کہ 1956ء میں مصر وہ پہلا عرب ملک تھا جس نے خواتین کو سرکاری طور پر ملازمت کرنے کی اجازت دی تھی مگر اب بھی وہاں خواتین گھر ہی میں رہنا پسند کرتی ہیں۔

27 جنوری کو جامعہ الازہر کے مفتی اعظم نے یہ فتویٰ جاری کیا تھا کہ عورت سربراہ حکومت نہیں بن سکتی کیونکہ یوں اُسے امامت کرنا پڑے گی اور عورت ایسا نہیں کر سکتی۔ امامت کا حق صرف مرد ہی کا ہے۔

ایران کی خواہش: اسلامی جمہوریہ ایران نے باضابطہ طور پر سارک میں آبزرور بننے کے سلسلے میں درخواست دے دی ہے۔ یہ درخواست اب اپریل میں ہونے والی چودھویں سارک کانفرنس میں پیش کی جائے گی۔ چونکہ ایران جغرافیائی اور معاشی لحاظ سے ایک اہم ملک ہے اور اس کے سارک ممالک سے قریبی تعلقات ہیں' اس لیے یقین ہے کہ اُسے آبزرور کا مقام مل جائے گا۔ یاد رہے کہ پہلے امریکا' یورپی یونین' چین' جاپان اور جنوبی کوریا کو بھی آبزرور کا مقام دیا جاچکا ہے۔

عراق میں تشدد کی لہر جاری: 3 مارچ کو فسادات کی لپیٹ میں آ کر 64 عراقی ہلاک ہوگئے۔ ان میں بیشتر شیعہ سنی فساد کا نشانہ بنے۔ اِس سے ظاہر ہے کہ عراق میں مسلمانوں کے دو بڑے فرقوں کے مابین تفریق بڑھتی جارہی ہے۔ یقین ہے کہ یہ تفریق امریکی سازش کا حصہ ہے جو عراق کو تین چار حصوں میں تقسیم کرنا چاہتا ہے۔ امریکیوں کی خواہش ہے کہ تیل کے ذخائر والے علاقے پر وہ کم از کم تیل ختم ہونے تک ضرور قابض رہیں۔

بش حکومت کو روکنے کا قانون: اگلے ہفتے ڈیموکریٹک پارٹی کے سینیٹر جم ویب اگلے ہفتے کانگریس میں ایک بل متعارف کروا رہے ہیں جس کا مقصد امریکی صدر کو ایران پر حملے سے باز رکھنا ہے۔ امریکی ذرائع ابلاغ میں آج کل اس بات کا چرچا ہے کہ امریکا ایرانی ایٹمی تنصیبات پر حملہ کرنے والا ہے۔ اگر یہ بل منظور ہوگیا' تو بش حکومت کو حملہ کرنے سے قبل کانگریس سے اجازت لینا پڑے گی۔ جم ویب ویت نام جنگ میں حصہ لے چکے ہیں اور عراق جنگ کے سخت مخالف ہیں۔

کینیڈا میں حجاب کا مسئلہ: پچھلے دنوں کینیڈا کے دارالحکومت مونٹریال میں ایک فٹ بال ٹورنامنٹ ہوا جس میں صوبہ کیوبک سے تعلق رکھنے والے لڑکیوں کے اسکولوں کی کئی ٹیمیں شریک ہوئیں۔ ایک میچ کے دوران ریفری نے مسلمان لڑکی' 11 سالہ اسماہان منصور کو حجاب پہن کر کھیلنے سے منع کیا۔ جب اسماہان نے حجاب اتارنے سے انکار کردیا' تو ریفری نے اُسے ٹورنامنٹ سے باہر کردیا۔ اس امر پر کینیڈا میں یہ بحث شروع ہوگئی ہے کہ کیا حجاب کھیل میں رکاوٹ بنتا ہے؟

کیوبک سوکر فیڈریشن کے صدر برگئی فورٹ کا کہنا ہے کہ اسماہان کو مذہبی بنیاد پر نہیں بلکہ حفاظتی نقطۂ نظر سے حجاب پہننے سے روکا گیا۔ وزیر اعظم کینیڈا کے مشیر' واجد خان نے اپنے بیان میں کہا: ''حجاب میں بم نہیں چھپایا جا سکتا۔ وہ بیچاری صرف فٹ بال کھیلنا چاہتی ہے' اُسے کھیلنے دیا جائے۔''

خوش آئند بات یہ ہے کہ جب اسماہان کو ٹورنامنٹ بدر کیا گیا' تو اسی کی ٹیم' نیپان ہاٹسپرز سلیکٹس کے علاوہ لڑکیوں کی چار اور ٹیمیں بھی احتجاجاً ٹورنامنٹ سے نکل گئیں۔ اس احتجاج سے صاف پتا چلتا ہے کہ اسماہان کے ساتھ منفی اور تعصبانہ سلوک ہوا ہے۔

امریکی عدلیہ کب کھڑی ہو گی: اقوام متحدہ کے حقوق انسانی کمیشن کی سربراہ' لوئسی آربرور نے تسلیم کیا ہے کہ گوانتانامو اور دیگر امریکی جیلوں میں جو پاکستانی' افغان' عرب اور دیگر مسلمان قید ہیں وہ ایک غیر قانونی عمل ہے۔ ان کا کہنا ہے: ''مجھے یقین ہے کہ جلد امریکی عدلیہ اس ناانصافی کے خلاف سرگرم عمل ہو جائے گی' جسے انسانی حقوق کا چیمپئن اور آزادی کا رہنما سمجھا جاتا ہے۔''

اسامہ زندہ ہے: طالبان کے سینئر رہنما' ملاداداللہ نے برطانوی چینل فور کو بتایا ہے کہ اسامہ بن لادن زندہ ہیں اور حملہ آوروں کے خلاف کارروائی میں مصروف ہیں۔ تاہم وہ کسی سے ملاقات نہیں کرتے بلکہ طالبان اور ان کے مابین پیغامات کا تبادلہ ہوتا ہے۔ آج کل وہ افغانستان میں نیٹو کے خلاف وسیع پیمانے پر جنگی حملوں کا منصوبہ بنارہے ہیں۔ یاد رہے' طالبان اعلان کرچکے ہیں کہ وہ سردیاں ختم ہوتے ہی نیٹو پر زبردست خودکش حملے کریں گے۔ انہوں نے افغانوں سے کہہ دیا ہے کہ وہ غیر ملکیوں سے ایک سوفٹ کے فاصلے پر رہیں اور ان سے کسی قسم کا میل جول نہ رکھیں۔

بوسنیا سے برطانیوں کا انخلاء: برطانوی حکومت پر عوام کا زبردست دباؤ ہے کہ وہ غیر ممالک سے اپنے فوجی واپس بلائے اور اب اس کے اثرات ظاہر ہونے لگے ہیں۔ برطانوی حکومت نے اعلان کیا ہے کہ وہ جلد بوسنیا سے اپنے 600 فوجی واپس بلالے گا۔ اس کے علاوہ جنوبی عراق سے بھی 1600 برطانوی فوجی واپس آرہے ہیں۔ یورپی یونین کا بھی کہنا ہے کہ وہ بوسنیا سے چار ہزار فوجی بلالے گی' کیونکہ وہاں امن و امان کی حالت بہتر ہوگئی ہے۔

تاہم برطانیہ نے افغانستان میں مزید 1400 فوجی بھجوانے کا عندیہ ظاہر کیا ہے۔ یوں افغانستان میں برطانوی فوجیوں کی تعداد 7700 ہوجائے گی۔

سربیا مجرم نہیں ہے: عالمی عدالت انصاف نے قرار دیا ہے کہ بوسنیا جنگ کے دوران سربیا بوسنیائی مسلمانوں کی نسل کشی کرنے میں براہ راست ملوث نہیں تھا۔ یاد رہے کہ بوسنیائی حکومت نے عالمی عدالت انصاف میں سربیا کے خلاف 1992ء تا 1995ء میں کم از کم 2 لاکھ مسلمان شہید کرنے کا مقدمہ دائر کیا تھا۔ اس فیصلے کو سربوں نے تو پسند کیا ہے مگر مسلمان اور کروشیائی باشندے خوش نہیں۔ مسلمانوں کا کہنا ہے ''اس فیصلے سے ایک بار پھر ثابت ہوگیا کہ یورپ مسلمان اور اسلام کے مخالف ہے۔''

جوہری پروگرام کے خاتمے کا معاوضہ: لیبیا کے صدر معمر قذافی نے کہا ہے کہ لیبیا نے 2003ء میں امریکہ اور برطانیہ کے ساتھ مذاکرات کے بعد اپنی جوہری پروگرام کے منصوبے کو ختم کردیا تھا اور جوہری اور میزائل پروگرام سے متعلق سامان ایک جہاز میں لاد کر امریکہ روانہ کردیا تھا۔ انہوں نے کہا کہ لیبیا کو اب بھی امریکہ' برطانیہ اور یورپی یونین کے ان پاور سٹیشنوں کا انتظار ہے' جن کا وعدہ کیا گیا تھا۔ معمر قذافی نے کہا کہ جوہری پروگرام کے معاملے پر نامناسب برتاؤ کی وجہ سے شمالی کوریا اور ایران بھی لیبیا کی تقلید کرنے سے پہلے ہزار بار سوچیں گے۔ معمر قذافی نے صدام حسین کو شہید قرار دیتے ہوئے کہا کہ امریکہ کو عراق میں اس کے جھوٹ کی سزا مل رہی کہ عراق کے پاس وسیع تباہی پھیلانے والے ہتھیار ہیں۔

الجزائر کی حکومت کا فوجی اڈہ دینے سے انکار: الجزائر نے امریکہ کو فوجی اڈہ دینے سے انکار کردیا ہے۔ الجزائر کے وزیر خارجہ محمد بجوئی نے گزشتہ روز اپنے انٹرویو میں بتایا کہ امریکہ اور الجزائر کے درمیان ''دہشت گردی'' کے خلاف جنگ میں تعاون دونوں ملکوں کے مفاد میں ہے' تاہم الجزائر امریکہ کو اپنی سرزمین پر فوجی اڈہ قائم کرنے کی اجازت نہیں دے گا۔

outside. Oblivious to that distinction they stubbornly refuses to see that American-backed "order" is no such thing - it is a form of instability glued together by the threat of financial and military terrorism. Inevitably, sooner or later it fractures.The U.S. government, its allies and their puppets in the Muslim world are simply confirming the widespread belief that America is engaged in a war on Islam and for those who see the propaganda value in that perception, America is also unwittingly the "best friend of Islam" as it "wakes up the sleeping Muslim" masses. For a more enlightened administration might have seen in Somalia an opportunity to reverse the expectation across the Islamic world that the United States will always act in visceral opposition to any system and any act in the name of Islam. The U.S. could have thereby empowered the more pragmatic leadership in Somalia. Instead, the American response simply confirmed the widely held view that the U.S. and its allies are at war with Islam because that provides an alternative to the existing, oppressive and exploitative political and economic order, which cannot sustain without subjugating others and exploiting their resources.If there's one thread that seems to endure in U.S. foreign policy it is that the will of the people is the least thing among Washington's considerations. The same is approach of all the puppet regimes in the Muslim world. Peoples' will simply doesn't count. When masses of people around the world are led to believe that America and the puppets view their aspirations and desire for self-determination with contempt, this is what fuels "radicalism" - the resistance to de facto colonization. Abid Ullah Jan's laterst book, "The Ultimate Tragedy: Colonialists Rushing to global War to Save the Crumbling Empire," explains the above mentioned phenomenon in detail.

Notes:

[1] Martin Fletcher, "The Islamists were the one hope for Somalia," The Times, January 8, 2007

[2] BBC Report, "US Somali air strikes 'kill many' January 9, 2007. URL: http://news.bbc.co.uk/2/hi/africa/6243459.stm

[3] Shashank Bengali, "Interim leader rejects U.S. approach in Somalia," McClatchy Newspapers, Washington Bureau, Janaury 8, 2007. URL: http://www.realcities.com/mld/krwashington/news/world/16413306.htm

[4] BBC Report, "Profile AC-130," October 20, 2001. URL: http://news.bbc.co.uk/2/hi/americas/1602000.stm

اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ

ایک رفیق...... چار احباب

دعوت کی سچی لگن

نبی اکرم ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو اللہ اور رسول کی طرف دعوت دینا ہر چیز سے زیادہ محبوب تھا اور ان کے دل میں اس بات کی سچی تڑپ تھی کہ تمام لوگ ہدایت پا جائیں اور اللہ کے دین میں داخل ہو جائیں تا کہ ان پر اللہ کی رحمتوں کا نزول ہو۔ اسی بنا پر وہ دعوت کے ذریعہ مخلوق کو خالق کے ساتھ جوڑنے کے لئے کوشاں رہتے تھے۔

ابن اسحاقؒ کا بیان ہے کہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اسلام لائے اور انہوں نے اسلام کا اظہار کیا تو وہ اللہ عزوجل کی طرف دعوت دینے لگ گئے۔ حضرت ابوبکرؓ سے ان کی قوم کو بڑی الفت اور محبت تھی۔ وہ نرم مزاج تھے اور قریش کے نسب نامے اور ان کے اچھے برے حالات کو سب سے زیادہ جاننے والے تھے۔ بڑے با اخلاق اور بھلے نیک تاجر تھے۔ ان کی قوم کے لوگ ان کے پاس آیا کرتے تھے۔ آپؓ کی وسیع معلومات اور کاروباری تجربے اور حسن سلوک جیسے بہت سے اُمور کی وجہ سے وہ لوگ آپؓ سے الفت رکھتے تھے۔ جو لوگ آپؓ کے پاس آتے اور آپؓ کی مجلس میں بیٹھے، اور آپؓ کو ان پر اعتماد تھا، انہیں آپؓ اللہ کی طرف اور اسلام کی طرف دعوت دینے لگے۔

چنانچہ میری معلومات کے مطابق حضرت زبیر بن العوام اور حضرت عثمان بن عفان اور حضرت طلحہ بن عبید اللہ اور حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہم ان ہی کے ہاتھوں (یعنی کوششوں سے) مسلمان ہوئے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ یہ سب لوگ حضور ﷺ کی خدمت میں گئے۔ آپؐ نے ان کے سامنے اسلام پیش فرمایا، انہیں قرآن پڑھ کر سنایا اور انہیں اسلام کے حقوق بتائے۔ یہ سب ایمان لے آئے اور اسلام میں سبقت کرنے والے ان آٹھ آدمیوں نے حضور ﷺ کی تصدیق کی اور جو کچھ اللہ تعالیٰ کے پاس سے آیا اس پر ایمان لائے۔

☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆

دعوتی تحریک کے سلسلے میں تنظیم اسلامی کے مرکزی شعبۂ دعوت کی ٹیم کے آئندہ پروگراموں کا شیڈول حسب ذیل ہے:

تیمر گرہ 16 مارچ | **پشاور 18 مارچ**

کوئٹہ 20 مارچ | **جھنگ 23 مارچ**

سرگودھا 25 مارچ

ساتھیوں سے درخواست ہے کہ وہ کثیر تعداد میں ان پروگراموں میں شریک ہو کر تنظیمی عہد کی پاسداری کریں

المعلن: مرکزی شعبۂ دعوت تنظیم اسلامی

67۔ اے علامہ اقبال روڈ گڑھی شاہو لاہور۔ فون: 6316638-6366638

ای میل: markaz@tanzeem.org ویب سائٹ: www.tanzeem.org

Vol: 16 Regd. No. LRL -50 No.09

Weekly Nida-e-Khilafat Lahore

View Point

Abid Ullah Jan

What fuels "radicalism" in the Muslim

Responsibility for the ongoing turmoil around the world and the impending disaster cannot be put on the shoulders of Bush administration, its neo-conservative advisors, oil corporations and hawkish administrations in U.K., Australia and elsewhere.An honest assessment would let us conclude that on a scale from 1 to 100, no less than 90 per cent of responsibility squarely lies on shoulders of the so-called Muslim leadership, which is in power in almost all Muslim states today.There is hardly any Muslim leader who can be seen rising above his personal agenda. Every kingdom, sheikhdom, and military ruler has dug its heels with the first priority to stay in power, irrespective of what is happening in the surrounding and all over the Muslim world.General Musharraf urged the world community on January 20, 2007 to come together to resolve the problems faced by Muslim countries to weed out terrorism. He could hardly realize that weeding opportunist rulers out is the only way for the Muslim world to come out of the colonial grip of London and Washington. "Terrorism" is good to use as a cliché but it doesn't exist in isolation or vacuum that can be treated while keeping every other variable constant.General Musharraf said, "The world community should resolve all problems faced by the Muslim Ummah urgently, to curb terrorism and extremism," adding, "The gravity of the problems in Iraq, Iran, Palestine and Lebanon demands an urgency to seek solution of these problems." In fact, the world community he refers to doesn't exist. A group of former colonial masters refer to themselves as "world community" and their will is referred to as "will of the international community." That "will" prevails even if 99 percent of the United Nations member states vote to the contrary. Secondly, the same colonial "world community" is behind the root causes of problems in Iraq, Palestine, Lebanon, Kashmir, Somalia, Afghanistan and other places. The same colonial masters are behind the puppet regimes from Algeria, Morocco, Jordon, Egypt to the other end of the arc of Muslim countries.Some non-Muslim analysts are far better than Muslim leadership of the day because these analysts, at least, have the courage to tell the truth. For example, we have yet to hear a single statement from any Muslim head of state condemning the U.S. illegal and illegitimate intervention in Somalia. Yet there is Martin Fletcher, who wrote in the Times (January 8, 2007): "My colleague Rosemary Righter wrote last week that the defeat of Somalia's Islamic courts by Ethiopian forces was the "first piece of potentially good news in two devastating decades".As one of the few journalists who have visited Mogadishu recently, I beg to differ. The good news came in June. That is when the courts routed the warlords who had turned Somalia into the world's most anarchic state during a 15-year civil war that left a million dead.I am no apologist for the courts. Their leadership included extremists with dangerous intentions and connections. But for six months they achieved the near-impossible feat of restoring order to a country that appeared ungovernable.This was not done by "suppressing, with draconian punishments, what remained of personal freedoms" -- unless you count banning guns and the narcotic qat, which rendered half Somalia's men folk senseless. The courts were less repressive than our Saudi Arabian friends. They publicly executed two murderers (a fraction of the 24 executions in Texas last year), and discouraged Western dancing, music and films, but at least people could walk the streets without being robbed or killed. That trumps most other considerations. Ask any Iraqi."[1] Like Karzai, Maleki and Musharraf, Somalia's warlord, imposed as "interim president," asserts that "the US has a right to bombard terrorist suspects[2] who attacked its embassies in Kenya and Tanzania," yet when his own representative admits that The heavily-armed AC-130 gunship can fly at night don't know who is who" among the many dead, we can also conclude that most Somalis will justifiably regard this attack as an act of terrorism. Congressman Donald M. Payne, who is expected to become the next chairman of the House subcommittee on Africa, conceded earlier, "The Islamists aren't going away, so the sooner we talk to them, the better." And within hours of U.S. Secretary of State Jendayi Frazer saying, "I support reaching out to the ... Islamic Courts,"[3] a U.S. Air Force AC-130 gunship, capable of firing 1,800 40mm rounds-per-minute, delivered a very different message.[4]Someone must tell General Musharraf that terrorism is not a Muslim problem. Muslim problem is puppet leadership and colonialism that continues with the force of economic and military terrorism. That the United States and its allies (like Israel) claim a right to bypass United Nations, ignore international law and short-circuit legal procedure through the use of wars of aggression and so-called targetted killing - in full knowledge that innocent lives will inevitably be lost - carry no more moral authority than a drunk driver's plea of innocence when he says he didn't intend to kill anyone. Likewise, an airborne gunner and his ground support cannot escape culpability simply because they are following orders.The military might of the United States is presented to be helpless before the so-presented Al-Qaeda network: a powerful, organized, well-coordinated international force, which doesn't come to an end. Al-Qaeda pops up where the United States and its allies need an illegitimate intervention. "Killing terrorists" is not a sport, nor is it a grim but noble task that "needs to be done." It has become a cloak for indiscriminate violence; a flimsy lie used to hide the fact that one form of terrorism is being used in an effort to thwart another. Like the use of white phosphorus and depleted uranium in Iraq and Afghanistan, American officials will no doubt defend the use of gun ships in Somalia on the basis that Somalia's lawless condition limits the U.S.'s counter terrorism options. Yet according to the Washington Post's Craig Timberg, law and order had in fact already been established six months ago - for the first time in 15 years. But whether this Islamist order was acceptable to the majority of Somalis, it was thoroughly unacceptable to Washington.Both the colonial administrations and their puppets ruling Muslim countries are indifferent to the question of whether a nation's order arises from within or is imposed from the